The Services of Mawlānā Ghulām Muṣṭafā Qāsmī in the field of the Quranic Studies

Abdul Hayyi[❁]
Taj Afsar[❁]

ABSTRACT

The field of the Quranic Studies in the Indian Subcontinent has been the center of keen interest among distinguished scholars. The movement of returning to the Qur'ān (*Taḥrīk-e Rujū' ilā 'al-Qur'ān*) in this territory is attributed to Imām Shah Waliullah Dehlvī (1703-1762), who translated the Holy Qur'ān into Persian and penned various other exegetical works as well. Mawlānā 'Ubaidullah Sndhī is among the scholars who devoted their lives for the advancement of the movement of Shah Waliullah . Among his many students, a renowned and prolific scholar is Mawlānā Ghulām Muṣṭafā Qāsmī. He translated, annotated and interpreted the works of other scholars like Shah Waliullah and 'Ubaidullah Sndhī. He also embarked upon the task of rendering the Persian Quranic translation of Shah Waliullah into Sindhi language but could not accomplish it. In this article, an extensive survey and critical analysis of Mawlanā Qāsmī's work in the field of Quranic Study has been carried out.

❁❁❁❁❁❁

❁ Ph.D Research Scholar, Department of Tafsīr, Faculty of Uṣuluddīn Internationl Islamic University, Islamabad. (abdulhayeesindhi@gmail.com)
❁ Associate Professor, Chairman Department of Tasfer and Ulūm al-Qur'ān, Faculty of Uṣuluddīn, Internationl Islamic University, Islamabad. (tjafser@yahoo.com)

مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیری خدمات
(ایک تحقیقی جائزہ)

عبدالحی ۞
تاج افسر ۞

قرآن حکیم اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ آخری اور مکمل صحیفۂ ہدایت ہے جو زندگی کے جملہ پہلوؤں کا احاطہ کرتا ہے۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ جب تک ملت اسلامیہ کی حیات اجتماعی قرآنی ہدایت کے زیر اثر رہی عروج اور غلبہ ان کا مقدر رہا، مگر اس ہدایت کو ترک کرتے ہی ان کی عظمت تاریخ کے صفحات کی زینت بن کر رہ گئی۔ ملت اسلامیہ کا یہ زوال بھی دراصل قرآن حکیم کے حق ہونے اور اس کی ہدایت کے اثر انگیز ہونے کی دلیل ہے کہ اس امت کا تمام تر عروج قرآنی ہدایت سے وابستگی ہی میں مضمر ہے۔ اس ہدایت کی صحیح تشریح وتفسیر کا اولین مصدر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اقوال وافعال اور تقریرات (خاموش تائید) کے ذریعے قرآن مجید کی تفسیر فرمائی، جو سنت کی صورت میں محفوظ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین اور تبع تابعین رحمۃ اللہ علیہم نے اس تفسیری اسلوب میں وسعت پیدا کی۔ جب تدوین علوم کا دور شروع ہوا تو علم تفسیر بھی ایک مستقل علم کی شکل اختیار کر گیا اور ضرورت کے تحت اس میں مزید توسیع ہوئی، جس کے نتیجے میں نحوی، بلاغی اور فقہی تفاسیر منصۂ شہود پر آئیں۔ متعدد فرقوں کے اپنے اپنے تفسیری رجحانات متعارف ہوئے۔ اس وسیع پھیلاؤ کے جہاں مثبت نتائج سامنے آئے وہاں ذہنی انتشار بھی دامن گیر ہوا۔ یہاں تک کہ قرآن حکیم کی اصل رہ نمائی پس منظر میں چلی گئی، جب یورپ ایک طاقت کے طور پر نقشۂ عالم پر ابھرا تو اس بات کی شدید ضرورت محسوس ہوئی کہ قرآن حکیم کے بنیادی اصولوں کو رہ نما بنا کر اہل علم کے جزوی اختلافات کو اس سے الگ کر لیا جائے، تاکہ عالم اسلام کو قرآنِ کریم سے براہ راست رہ نمائی حاصل کرنے کا موقع مل سکے۔ تو دنیائے اسلام

۞ پی ایچ ڈی اسکالر، شعبہ تفسیر وعلوم القرآن، کلیہ اصول الدین
بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد۔ (abdulhayeesindhi@gmail.com)
۞ ایسوسی ایٹ پروفیسر / چیئرمین شعبہ تفسیر وعلوم القرآن، کلیہ اصول الدین، بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد۔ (tjafser@yahoo.com)

کے مختلف گوشوں میں احیائے اسلام اور رجوع الی القرآن کی تحاریک شروع ہوئیں۔ برصغیر میں مسلمانوں کو دین کے اصل مصدر کی طرف رجوع کرنے کی تحریک برپا کرنے کا بیڑہ شاہ ولی اللہ دھلوی رحمۃ اللہ علیہ[1] نے اٹھایا۔ قرآن حکیم کے حوالے سے آپ نے جس فکر و عمل کی بنیاد رکھی اس کا اساسی مقصد اُس دور کے تقاضوں کے مطابق ہر شخص کے دل و دماغ تک عام فہم انداز میں قرآنی علوم و معارف کا پہنچانا تھا اور یہ آپ کے نبّاضِ عصر ہونے کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

اس اساسی مقصد کے حصول کے لیے آپؒ نے چند بنیادی امور طے کیے:

۱۔ ترجمہ قرآن کے اصول وضوابط اپنی کتاب **المقدمہ في قوانین الترجمة** میں ذکر کیے۔

۲۔ قرآن حکیم کے بنیادی فکر و فلسفہ کا تعین اپنی شاہ کار کتاب **حجة الله البالغه** میں فرمایا۔

۳۔ اسباب نزول اور غریب القرآن کے مسائل کا حل اپنی کتاب **فتح الخبیر بما لابد من حفظه في علم التفسیر** میں پیش کیا۔

۴۔ علوم قرآنیہ کے ہزار سالہ دور کے تحلیل و تجزیہ اُصول تفسیر کی مستند کتاب **الفوز الکبیر فی أصول التفسیر** میں رقم کیا۔

۱۔ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا نام احمد ہے اور عرف عام میں شاہ ولی اللہ کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ کے والد ماجد شاہ عبد الرحیم دھلوی ہیں۔ آپؒ کا سلسلۂ نسب والد ماجد کی جانب سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ آپ کی ولادت ۴/ شوال ۱۱۱۴ھ بمطابق ۲۱/ فروری ۱۷۰۳ء بروز بدھ کو ہوئی۔ پانچ سال کی عمر میں مکتب میں گئے اور سات سال کی عمر میں قرآن حکیم حفظ کیا۔ پندرہ برس کی عمر میں تمام علوم وفنون پڑھ لیے تھے اور اسی سال قرآن حکیم میں کامل غور و فکر اور مختلف تفاسیر کے مطالعے کے ساتھ والد ماجد کے درسِ قرآن میں حاضری کی سعادت میسر آئی۔ جن سے قرآن پڑھا اور نئے علوم کی راہ کھل گئی۔ حرمین کے علمی سفر س ن میں شیخ ابو طاہر الکردی المدنی رحمۃ اللہ علیہ سے صحاح ستہ کی اجازت لی اور واپس آنے کے بعد وہاں سے حاصل کردہ علوم و معارف اور فیوض و برکات کی اساس پر اپنے فکر و فلسفہ کو مرتب کرنے کی طرف متوجہ ہوئے اور دو سال کی محنت شاقہ کے بعد ۱۱۴۷ھ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی شاہ کار کتاب **حجة الله البالغة** تصنیف فرمائی۔ ۳۰/ محرم الحرام ۱۱۷۶ھ، ۲۱/ اگست ۱۷۶۲ء بروز ہفتہ کو آپ رحمۃ اللہ علیہ کی روحِ پاک عالمِ قدس کی طرف پرواز کر گئی۔ (عبد الحی الحسنی، **نزهة الخواطر** (بیروت: دار ابن حزم، ۱۹۹۹ء)، ۶: ۸۵۶؛ عبید اللہ سندھی، **قرآن شعور انقلاب**، مرتب، بشیر احمد لدھیانوی، تقدیم و تحقیق، مفتی عبد الخالق آزاد، تخریج و نظر ثانی، عبد الغنی قاسمی (لاہور: ادارہ رحیمیہ، ۲۰۰۹ء)، ۵۴ومابعد)

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بعد اس اسلوب تفسیر پر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے صاحب زادوں شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۱۲۳۹ھ)[۲] اور شاہ رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۱۲۳۳ھ)،[۳] شاہ عبدالقادر دھلوی رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۱۲۳۰ھ)[۴] نے درج ذیل صورتوں میں کام آگے بڑھایا:

۱۔ فتح الرحمٰن کی تسہیل وتفصیل۔

۲۔ بامحاورہ اردو میں ترجمہ وحواشی لکھے۔

۳۔ لفظی ترجمہ کیا۔

اسی تسلسل کو جاری رکھتے ہوئے کئی مفسرین نے اس اسلوب تفسیر پر اپنے اپنے انداز میں کام کیا۔ یہ تفسیری اسلوب مکمل صورت میں جن مفسرین کے ہاں ملتا ہے، ان میں مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۱۹۴۴ء)،[۵] مولانا ابو الکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۱۹۵۸ء)،[۶] مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ (تلمیذ مولانا سندھیؒ)

۲۔ شاہ عبدالعزیز ۱۱۵۹ھ میں پیدا ہوئے، اور ۱۲۳۹ھ میں وفات پائی۔ قرآن وحدیث کے علوم کی اشاعت جو آپ کے زمانے میں ہوئی، اسلامی ہند کی تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ آپ نے اپنے والد ماجد کی وفات کے بعد ساٹھ سال دہلی میں علومِ دینیہ کی خدمات انجام دیں۔ آپ کی تصانیف میں سے **فتح العزیز المعروف بتفسیر عزیزی** اور **بستان المحدثین** وغیرہ مشہور ہیں۔ (محبوب رضوی، **تاریخ دار العلوم دیوبند** (لاہور: المیزان، ۲۰۰۵ء)، ۱: ۹۴۔)

۳۔ شاہ رفیع الدین ۱۱۶۳ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۲۳۳ھ میں وفات پائی۔ آپ ہر فن میں یدِ طولی رکھتے تھے۔ آپ کی تصانیف میں سے **تفسیر آیۃ النور** اور **دمغ الباطل** وغیرہ مشہور ہیں۔ (محبوب رضوی، مرجع سابق، ۱: ۱۰۱۔)

۴ – شاہ عبدالقادر ۱۱۶۷ھ میں پیدا ہوئے، اور ۱۲۳۰ھ میں وفات پائی۔ آپ کی مشہور تصنیف اردو ترجمہ قرآن **مُوضِح قرآن** ہے۔ (الحسنی، **نزهة الخواطر**، ۷: ۱۲۷۔)

۵ – مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ ۱۸۷۲ء میں سیالکوٹ کے قریب ایک گاؤں چیانوالی میں پیدا ہوئے اور کتاب **تحفة الهند** سے متاثر ہو کر ۱۸۸۷ء میں اسلام قبول کیا اور کتاب کے مصنف کے نام پر اپنا نام عبید اللہ پہلے ہی رکھ لیا تھا۔ آپ نے سندھ آکر حافظ محمد صدیق بھرچونڈی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ آپ آزادی ہند کے لیے پچیس سال جلاوطن رہے۔ اس دوران میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے یورپ کی تاریخ، خاص طور پر خلافت عثمانیہ، برطانوی ترقیات اور فرانسیسی انقلاب کا مطالعہ فرمایا۔ آپؒ کی پوری زندگی ایک جدوجہد کا نام ہے۔ آپ فکر شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے شارح تھے۔ آپؒ کی وفات ۲/ رمضان المبارک بروز منگل ۱۳۶۳ھ مطابق ۱۹۴۴ء روزے کی حالت میں ہوئی اور دین پور کے قبرستان میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ آپؒ کی مشہور تصانیف میں **التمهيد لتعريف أئمة التجديد**، **إلهام الرحمٰن في تفسير القرآن** اور **شاہ ولی اللہ اور ان کا فلسفہ** وغیرہ شامل ہیں۔ (الحسنی، **نزهة الخواطر**، ۸: ۱۳۰۰ ومابعد؛ عبدالخالق آزاد، مترجم، **سرگزشت حیات** (ترجمۂ **تحدیث**

(وفات ۱۹۶۲ء)،[۷] خواجہ عبدالحیؒ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ (تلمیذ مولانا سندھی رحمۃ اللہ علیہ) (وفات ۱۹۶۵ء)،[۸] مولانا بشیر احمد لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ (تلمیذ مولانا سندھی) (وفات ۱۹۷۴ء)[۹] اور مولانا غلام مصطفی قاسمی رحمۃ اللہ علیہ (تلمیذ مولانا سندھی) (وفات ۲۰۰۳ء) شامل ہیں۔

اس مقالے میں درج بالا علما میں سے مولانا غلام مصطفی قاسمی رحمۃ اللہ علیہ کے مختصر حالات زندگی، علمی و تحقیقی کام، ان کے اسلوب تفسیر اور قرآنی خدمات کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

عبد الضعيف بنعمة ربه اللطيف، از مولانا عبید اللہ سندھیؒ، (لاہور: ادارہ رحیمیہ، ۲۰۱۴ء)، ۳۳-۳۹؛ بشیر احمد لدھیانوی، مرتب، **قرآنی شعور انقلاب** (لاہور: ادارہ رحیمیہ، ۲۰۰۹ء)، ۶۳-۷۵۔

۶۔ ابو الکلام آزاد کا نام احمد تھا، ۱۸۸۸ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹۵۸ء میں وفات پائی۔ آپ جامع الکمالات شخصیت کے حامل تھے، تفسیر، فلسفے، علم کلام سیاست وغیرہ میں ید طولیٰ حاصل تھا۔ آپؒ کا اہم ترین کارنامہ یہ ہے کہ آپؒ نے اردو زبان کو جلا بخشی اور تحقیق و تنقید کو گلے لگا کر علمی و تحقیقی میدان میں منفرد نام پیدا کیا۔ آپ کی مشہور تصانیف میں سے تفسیر **ترجمان القرآن**، **غبار خاطر**، **نقشِ آزاد** وغیرہ مشہور ہیں۔ (عبد المجید خادم، **سیرت آزاد** (لاہور: مسلم پبلی کیشنز، س ن)، ۱۰-۱۱۔)

۷۔ آپؒ کا نام احمد علی ہے، آپ گوجرانوالہ کے قریب جلال پور نامی گاؤں میں ۱۹۰۲ء میں پیدا ہوئے۔ آپ مولانا سندھی رحمۃ اللہ علیہ کے ربیب تھے۔ آپ کی زیادہ تر تعلیم امروٹ (شکارپور، سندھ) اور پیر جھنڈا (ہالہ، سندھ) میں حضرت سندھی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ہوئی۔ آپؒ تحریک خلافت کے اہم ارکان میں سے تھے۔ آپ کا درس قرآن بہت مشہور تھا، درس تفسیر میں جید علما شریک ہوتے۔ آپ کی وفات رمضان کے مہینے میں عشا کی نماز ادا کرتے ہوئے سجدے کی حالت میں ۱۹۶۲ء میں ہوئی۔ (محمود شاہ بخاری، **وطن جی آزادی جو امام (سندھی) وطن کی آزادی کا امام** (حیدر آباد: سندھی ادبی بورڈ، ۱۹۸۴ء)، ۲۵-۳۰۔)

۸۔ خواجہ عبد الحی فاروقی رحمۃ اللہ علیہ ۱۸۸۷ء میں تحصیل شکر گڑھ (ضلع گورداس پور) میں پیدا ہوئے۔ میٹرک کا امتحان گورنمنٹ ہائی سکول گورداسپور سے پاس کیا۔ اسلامیہ کالج لاہور سے گریجویشن کی۔ ۱۹۱۳ء میں حضرت شیخ الہند سے دورۂ حدیث پڑھا اور سند فضیلت حاصل کی۔ "**جمیعۃ الأنصار**" نے جدید تعلیم یافتہ حضرات کے لیے جو تعلیمی نظام قائم کیا تھا، اس کے نتیجے میں مولانا عبید اللہ سندھی سے استفادے کا موقع ملا۔ آپ کا فکری و نظریاتی تعلق حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ سے تھا۔ آپ نے ۸/ جنوری ۱۹۶۵ء کو لاہور میں انتقال فرمایا اور قبرستان میانی صاحب میں حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے قریب مدفون ہیں۔ آپ کی تصانیف میں **تفسیر الفرقان فی معارف القرآن** بہت مشہور ہے۔ دیکھیے: مولانا خواجہ عبد الحی فاروقی (آرٹیکل، "تفسیر الفرقان فی معارف القرآن" از مفتی عبد الخالق آزاد (کراچی: حکمت قرآن انسٹیٹیوٹ، ۲۰۱۰ء)، ۵-۹۰۔

۹۔ بشیر احمد لدھیانوی شہر لدھیانہ کے محلہ اقبال گنج میں ۱۸۹۹ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹۷۴ء میں لاہور میں فوت ہوئے۔ ابتدائی تعلیم لدھیانہ کے دینی مکتب سے حاصل کی۔ اس کے بعد مدرسہ اسلامیہ لدھیانہ سے عربی اور انگریزی کی تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۲۲ء میں لدھیانہ سے لاہور آ گئے۔ ۱۹۲۸ء میں پنجاب یونی ورسٹی سے بی۔اے کیا۔ آپؒ حضرت سندھیؒ کے اہم شاگردوں میں سے تھے اور آپؒ نے حضرت سندھی رحمۃ اللہ علیہ کے تفسیری افادات کو **قرآنی شعور انقلاب** کے نام سے مرتب کیا جو کتابی شکل میں شائع ہو چکے ہیں۔ (**قرآنی شعور انقلاب**، مرتب، بشیر احمد لدھیانوی، ۷۶-۸۴۔)

مولانا قاسمی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات زندگی

آپؒ کا نام "غلام مصطفٰی قاسمی" اور کنیت "ابو سعید" ہے۔ جب کہ آپؒ کے والد گرامی کا نام "الحاج حافظ محمود چانڈیوؒ" ہے۔ آپؒ کی پیدائش جون ۱۹۲۴ء میں صوبہ سندھ کے مشہور ضلع لاڑکانہ کی تحصیل میرو خان کے ایک چھوٹے سے گاؤں "بھنبھو خان چانڈیو" میں ہوئی۔ آپؒ نے ابتدائی تعلیم سندھ کے مشہور عالم دین مولانا خوش محمد میرو خانی رحمۃ اللہ علیہ(۱۰) سے حاصل کی۔(۱۱)

آپؒ نے درس نظامی کی تعلیم قصبہ "کور سلیمان"(۱۲) میں ایک بڑی دینی درس گاہ "دار الفیض" سے حاصل کی۔ اس درس گاہ کے صدر مدرس مولانا عبدالکریم کورائی رحمۃ اللہ علیہ(۱۳) تھے۔ علامہ کورائی رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ سند شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ تک اس طرح پہنچتا ہے کہ آپؒ کے استاذ مولانا محمد اسماعیل ابڑائی سندھی رحمۃ اللہ علیہ،(۱۴) مولانا فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ(۱۵) کے شاگرد ہیں اور خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ شاہ عبد القادر دھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں۔(۱۶)

۱۰- مولانا خوش محمد رحمۃ اللہ علیہ لاڑکانہ کے ایک شہر میرو خان میں ۱۸۸۸ء میں پیدا ہوئے۔ آپؒ نے متعدد علما (میر محمد نورنگی، مولانا دین محمد اور غلام رسول ناڑے والی جو حضرت شیخ الہند کے شاگرد تھے) سے علم دین حاصل کیا اور حضرت احمد علی لاہوریؒ کے دروس قرآنیہ میں بھی شریک ہوئے۔ آپ کی وفات ۱۹۷۶ء میں ہوئی۔ (قاضی خادم سومرو، **غلام مصطفی قاسمی سوانح علمی کاوشون (سندھی)**، (غلام مصطفی قاسمی کے سوانح اور علمی کارنامے) (سندھ یونی ورسٹی جامشورو: علامہ غلام مصطفی قاسمی چیئر، ۲۰۱۱ء)، ۱۶۔

۱۱ - غلام مصطفی قاسمی، **سماجی انصاف اور اجتماعیت شاہ ولی اللہ کی نظر میں**، تقدیم و تحقیق، مولانا مفتی عبد الخالق آزادؒ (لاہور: ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ ٹرسٹ اپریل ۲۰۱۱ء)، ۱۷ مزید دیکھیے:
https://en.wikipedia.org/wiki/Ghulam_Mustafa_Qasmi

۱۲- سندھ کے ایک گاؤں کا نام جو تحصیل قمبر، ضلع لاڑکانہ میں واقع ہے۔

۱۳- مولانا عبدالکریم کورائی قمبر (لاڑکانہ ڈویژن کا ضلع) کے قریب ایک گاؤں پاگارو بھٹو میں ۱۸۸۶ء میں پیدا ہوئے۔ آپؒ نے متعدد علما (مولانا محمد صالح قریشی اور قمر الدین ہالیجوی وغیرہ) سے علم دین حاصل کیا اور مولانا سندھیؒ سے قرآن کی تفسیر کا کچھ حصہ بھی پڑھا۔ آپؒ کی تالیفات میں سے امام بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر پر عربی زبان میں معروف **حاشیہ تفسیر البیضاوی** ہے اور جو آج کل علما اور طلبا کے ہاں متداول ہے۔ (خادم سومرو، مرجع سابق، ۱۴)۔

۱۴- مولانا کی حیات کے متعلق معلومات نہیں مل سکیں۔

۱۵- شیخ فضل الحق العمری خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۱۲ھ میں ہندستان کے علاقہ "خیر آباد" میں پیدا ہوئے۔ آپ ہندستان میں علومِ فلسفہ و حکمت کے امام تصور کیے جاتے تھے۔ آپ کی وفات ۱۲۷۸ھ میں ہوئی۔ (خیر الدین الزرکلی، **الأعلام** (بیروت: دار العلم للملایین، ۲۰۰۵ء)، ۶: ۶۳۰۔)

۱۶- غلام مصطفی قاسمی، **سماجی انصاف**، ۱۷۔

آپ نے فلسفے اور علوم حدیث کی تعلیم مولانا عبد الکریم کورائی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی۔ دورۂ حدیث کی تعلیم دار العلوم دیو بند میں مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ(۱۷) سے حاصل کی۔ دیو بند میں اپنے زمانہ طالب علمی میں ہی آپؒ نے علم منطق میں ایک کتاب **مفید الطلبة** لکھی، جسے اسی زمانے میں مکتبہ اعزازیہ دیو بند نے شائع کیا اور وہ درس نظامی کے نصاب میں شامل رہی۔(۱۸) ۱۹۳۹ء میں پنجاب یونی ورسٹی سے مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ اس کے بعد ۱۹۳۹ء میں جب مولانا سندھی رحمۃ اللہ علیہ حرمین شریفین سے واپس تشریف لائے تو "دار الرشاد" گوٹھ پیر جھنڈا(۱۹) میں حضرت سندھی رحمۃ اللہ علیہ سے ترجمۂ قرآن حکیم اور شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے فلسفے کی تمام کتابیں اور علوم و افکار پوری تحقیق کے ساتھ پڑھے۔(۲۰)

۱۹۴۱ء میں مدرسہ دار السعادت گوروپہوڑ(۲۱) میں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہو کر درس حدیث دینا شروع کیا۔ اس کے بعد کچھ عرصے تک "بیت الحکمت" میر پور بھٹو(۲۲) ضلع لاڑکانہ سندھ میں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز رہے۔ ۱۹۴۷ء میں آپؒ گھوٹکی ضلع سکھر کے ایک مدرسے میں شیخ الحدیث رہے۔ ۱۹۴۸ء میں مدرسہ مظہر العلوم کھڈہ کراچی میں شیخ الحدیث کی حیثیت سے مقرر ہوئے اور تین سال تک درس حدیث دیتے رہے۔ اس کے بعد سندھ مسلم کالج کراچی میں لیکچرر مقرر ہوئے۔ ۱۹۶۳ء میں شاہ ولی اللہ اکیڈمی حیدر آباد سندھ کے ڈائریکٹر منتخب ہوئے۔(۲۳) **الرحیم** (اردو اور سندھی)، **الولی** (اردو)، *Al-Samka* (انگریزی) کے مدیر و مرتب کے طور پر آخر عمر تک کام کرتے رہے۔(۲۴) پھر سندھ یونی ورسٹی حیدر آباد میں پی ایچ ڈی کی کلاسز کے لیے "وزٹنگ

۱۷- آپؒ ضلع اناؤ کے قصبہ بانگر مئو میں ۱۹ شوال ۱۲۹۶ھ کو پیدا ہوئے۔ آپ نے دار العلوم دیو بند میں متعدد علما (شیخ الہند محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ، خلیل احمد سہارن پوری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ) سے علم دین حاصل کیا۔ آپ شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مالٹا کے جزیرے میں اسیر بھی رہے۔ مالٹا سے رہائی کے بعد آپ شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے تحریکِ خلافت میں نائب تھے۔ آپ کی وفات ۱۳۷۷ھ، دیو بند میں ہوئی اور وہیں آپؒ کو سپرد خاک کیا گیا۔ (الحسنی، **نزهة الخواطر**، تکملہ از مولانا ابو الحسن علی ندوی، ۸: ۲۱۴۔)

۱۸- خادم سومرو، مرجع سابق، ۲۸؛ غلام مصطفی قاسمی، **سماجی انصاف**، ۱۷- ۱۸۔

۱۹- ہالہ، سندھ کے قریب ایک گاؤں کا نام ہے۔

۲۰- خادم سومرو، مرجع سابق، ۱۲- ۱۳؛ قاسمی، مصدر سابق، ۱۸۔

۲۱- تحصیل شکار پور سندھ میں واقع ایک گاؤں کا نام۔

۲۲- تحصیل لاڑکانہ سندھ میں واقع ایک گاؤں کا نام۔

۲۳- خادم سومرو، مرجع سابق، ۲۹، ۳۰، ۵۸، ۱۸۳؛ قاسمی، **سماجی انصاف**، ۱۸- ۱۹۔

۲۴- قاسمی، نفس مصدر، ۱۹۔

پروفیسر" کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ اس عرصے میں اردو، سندھی، فارسی، سرائیکی، عربی اور اسلامک کلچر وغیرہ میں تقریباً بتیس (۳۲) پی ایچ ڈی مقالات مکمل ہوئے۔[۲۵] ۱۹۷۹ء میں سندھی ادبی بورڈ حیدر آباد سندھ کے چیئر مین مقرر ہوئے۔ آپ رؤیت ہلال کمیٹی پاکستان کے چھے سال تک چیئر مین رہے۔ سندھ یونی ورسٹی کے سنڈیکیٹ کے تین سال تک ممبر رہے۔ انجمن ترقی اردو کراچی کے ممبر رہے۔ علاوہ ازیں آپؒ بہت سے اداروں کے ممبر اور ان سے وابستہ رہے ہیں جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

۱۔ انسٹی ٹیوٹ آف سندھیالوجی، حیدر آباد
۲۔ ڈاکٹر داؤد پوتا، سندھ پروونشل لائبریری، حیدر آباد
۳۔ مرکزی پاکستان براڈکاسٹنگ کارپوریشن، اسلام آباد
۴۔ اسلامک سٹڈیز ڈیپارٹمنٹ، ایگریکلچر یونیورسٹی، پشاور
۵۔ مرکزی زکوٰۃ کونسل، اسلام آباد
۶۔ مرکزی سیرت نبوی کمیٹی
۷۔ اقبال اکیڈمی، لاہور
۸۔ مہران آرٹس کونسل، حیدر آباد[۲۶]

مولانا قاسمی رحمۃ اللہ علیہ کا علمی و تحقیقی کام

مولانا قاسمی رحمۃ اللہ علیہ نے مختلف علوم وفنون پر جو کام کیا ہے اس کو ہم دو حصوں میں تقسیم کرسکتے ہیں: ایک وہ حصہ کہ جس میں سابقہ علما کے علمی کام کی تحقیق و توضیح اور ترجمہ کا کام ہے، جب کہ دوسرے حصے میں ان کا اپنا علمی کام شامل ہے۔ پہلے حصے میں آپ نے جن سابقہ علما کی کتب پر تحقیقی کام کیا، ان میں شاہ ولی اللہ دھلوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا سندھی رحمۃ اللہ علیہ بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔

شاہ صاحب کی کتب کی تحقیق اور ترجمہ

الف: شاہ ولی اللہ دھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی درج ذیل کتب کو تحقیق اور حواشی سے مزین کر کے شائع کیا: ۱۔**التفهيمات الإلهية** (عربی دو جلد)، ۲۔ **البدور البازغة** (عربی)، ۳ - **تأويل الأحاديث** (عربی)،

---

۲۵ – خادم سومرو، مرجع سابق، ۵۸؛ قاسمی، **سماجی انصاف**، ۱۹۔

۲۶ – خادم سومرو، مرجع سابق، ۱۸۳۔۱۸۴؛ قاسمی، مصدرِ سابق، ۲۰۔

۴- **سطعات** (فارسی)، ۵-**ہمعات** (فارسی)،۶- **الطاف القدس**(فارسی)، ۷- **خیر کثیر** (اردو ترجمہ اور تحقیق)،۸- **تاویل الأحادیث** کے اردو ترجمہ (**قصص الانبیاء**) کا مقدمہ اور حواشی۔[۲۷]

مولانا سندھی رحمۃ اللہ علیہ کی کتب کی تصحیح اور تحقیق

ب: مولانا سندھی رحمۃ اللہ علیہ کی درج ذیل کتابیں تصحیح اور تحقیق کے ساتھ مرتب کیں: ۱- **التمهيد لتعريف أئمة التجديد** (عربی)،۲- **إلهام الرحمن**(عربی،دو جلدیں)،۳- **مصطلح الحدیث**۔[۲۸]

دیگر علما کی کتب کی تحقیق اور ترجمہ

ج: جن دیگر کتابوں پر تحقیقی کام کیا ان میں سے چند درج ذیل ہیں: ۱- **مختصر القدوري** (مقدمہ اور حواشی)،۲- **المتانة في مرمة الخزانة** از مخدوم محمد جعفر(عربی)، ۳- **فرائض الإسلام** از شیخ محمد ہاشم التتوی(عربی)، ۴- **إمعان النظر شرح نخبة الفكر** از قاضی محمد اکرم نصرپوری (عربی)،۵- **کچکول نامہ** از شیخ ابو الحسن نقشبندی سندھی (فارسی)۔

ترجمة فتح الرحمن بترجمة معاني القرآن(الفاتحة سے یوسف تک سندھی زبان میں)، **سطعات** (سندھی ترجمہ)، **تأويل الأحاديث في رموز قصص الأنبياء** (اردو ترجمہ)، **الإنصاف في بيان سبب الاختلاف** (سندھی ترجمہ)۔

الجوهر الثمين في إثبات قدم التكوين از محمد معین التتوی (اردو ترجمہ)، **مرآة الشهود بوحدة الوجود** از محمد معین التتوی (اردو ترجمہ)، **وسيلة الغريب إلىٰ جناب الحبيب** از مخدوم محمد ہاشم التتوی (اردو ترجمہ)۔

مولانا قاسمی کی مستقل تالیفات

۱- **مفيد الطلبة في شرح تعريفات الأشياء** (عربی)، ۲- **قرآن مجید کے سندھی تراجم و تفاسیر**، ۳- **سماجی انصاف اور اجتماعیت شاہ ولی اللہ کی نظر میں**،۴- **رسالو شاہ عبد اللطیف بھٹائی** (مقدمہ اور ترجمہ سندھی زبان میں)۔

۲۷- خادم سومرو، مرجع سابق،۲؛ قاسمی، مصدرِ سابق،۲۰۔

۲۸- قاسمی، مصدرِ سابق،۲۱۔

آپ نے شاہ ولی اللہ اکیڈمی میں چالیس سال تک شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتابیں بالاستیعاب پڑھائی ہیں۔ آپ کا انتقال بتاریخ ۱۰ر دسمبر ۲۰۰۳ء کو حیدر آباد میں ہوا۔ نماز جنازہ مولانا عبد الصمد ہالیجوی رحمۃ اللہ علیہ(۲۹) نے پڑھائی اور حیدر آباد کے تاریخی قبرستان غلام شاہ کلہوڑو میں مدفون ہیں۔(۳۰)

مولانا قاسمی رحمۃ اللہ علیہ کا تفسیری اسلوب

مولانا قاسمی رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی فکر اور اسلوب تفسیر کے جامع نمائندہ تھے۔ پھر اسی علمی فکر کی روشنی میں آپ نے اپنا تمام تفسیری کام کیا۔ مولانا قاسمی رحمۃ اللہ علیہ، شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے اصولِ تفسیر کے وارثین میں سے تھے، مولانا قاسمی رحمۃ اللہ علیہ کے تفسیری اسلوب کو سمجھنے کے لیے درج ذیل نکات پیش نظر رہنا ضروری ہیں:

- شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کردہ اصول تفسیر اور ان کی جامعیت
- شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے علوم قرآن کے حوالے سے مرتب کردہ پانچ علوم
- ترجمہ قرآن حکیم اور اس کے اصول وضوابط
- علم خواص القرآن
- حروف مقطعات کے متعلق اہل علم کی آرا اور شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا موقف
- مولانا سندھی رحمۃ اللہ علیہ کے وہ مقالات جن کا تعلق شاہ صاحب کے اس تجدیدی کام سے ہے۔ جس میں شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے علوم قرآنیہ پر ایک منفرد اور نئے انداز سے روشنی ڈالی ہے۔
- شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے فلسفے اور ان کی حکمت کی روشنی میں حضرت سندھی رحمۃ اللہ علیہ کے تفسیری اسلوب پر مبنی دروس۔

مولانا قاسمی رحمۃ اللہ علیہ کا مرتب کردہ تفسیری مواد

مولانا قاسمی رحمۃ اللہ علیہ کا تفسیر کے میدان میں حسب ذیل طبع زاد اور تحقیقی کام (مطبوع و مخطوط) موجود ہے۔

۲۹- آپ وادی سندھ کے مشہور عالم دین مولانا حماد اللہ ہالیجوی رحمہ اللہ (شاگرد مولانا تاج محمود امروٹی رحمہ اللہ) کے بیٹے ہیں، آپ جید عالم دین ہیں۔ آپ کا زیادہ وقت دینی مشاغل ہی میں گزرتا ہے۔

۳۰- قاسمی، مصدرِ سابق، ۲۰ ؛ خادم سومرو، نفس مصدر، ۲۱۔

۱- **تفسیر سورہ سبا "قرآن کریم کی حکیمانہ تفسیر"** (سندھی)، ۲- **حاشیة تفسیر إلهام الرحمٰن في تفسیر القرآن** (عربی)، ۳- **مقدمہ ترجمہ نور القرآن** (منظوم سندھی ترجمہ قرآن کریم)، ۴- **مقدمہ ترجمۃ القرآن فارسی** (نوح سروڑ)، ۵-شاہ صاحبؒ کے **فتح الرحمن** کا سندھی ترجمہ (سورہ فاتحہ سے یوسف تک کا سندھی ترجمہ)، ۶- **ترجمہ تفسیر الہام الرحمٰن فی تفسیر القرآن پارہ اول** (سندھی)، ۷-**تفسیری دروس (روائع البیان فی تفسیر القرآن)** (مخطوط)۔

۱-تفسیر سورۃ سباء

تعارف: یہ سورۂ سبا کی حکیمانہ تفسیر ہے۔ جسے مولانا سندھی رحمۃ اللہ علیہ کے افادات کی روشنی میں مولانا قاسمی رحمۃ اللہ علیہ نے سندھی میں مرتب کیا۔ سندھی زبان میں رائل (بڑے) سائز میں پاکستان سے لیتھو میں شائع ہوئی جو راقم کے پاس موجود ہے۔ بعد ازاں اس کتاب کا اردو ترجمہ حکمتِ قرآن انسٹی ٹیوٹ کراچی سے ۲۰۰۹ء میں شائع ہوا۔

سورۂ سبا کی یہ مختصر تفسیر مقدمے اور دو فصلوں پر مشتمل ہے۔ مقدمے میں تاریخ کی روشنی میں انسانیت کی تعریف، بڑی[۳۱] قوم کسے کہا جائے؟ اور سبا کے مفہوم وغیرہ پر گفت گو کی گئی ہے۔ پہلی فصل میں عبری قوم اور دوسری فصل میں یمنی قوم کا ذکر ہے۔ یہاں مقدمے کے مندرجات پر اختصار کے ساتھ گفت گو پیش کی جاتی ہے۔

مقدمہ انسانیت کی تعریف تاریخ کی روشنی میں

قرآن حکیم کا نزول عربی زبان میں ہوا کیوں کہ اس کے اولین مخاطب عرب تھے۔ ان کے مزاج کو سمجھنے کے لیے ان کے عرف، زبان اور تمدن کو سمجھنا ضروری ہے تا کہ واضح ہو کہ کن اقدار کی حامل قوم قرآن حکیم کی بات کو جلد از جلد اپنے اندر جذب کر سکتی ہے؛ اس لیے مولانا قاسمی رحمۃ اللہ علیہ سب سے پہلے قوم کے اجزائے ترکیبی پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "زبان ایک فطری اجتماعیت کا مرکز ہے۔ ایک زبان بولنے والوں میں فطری طور پر یکسانیت ہوتی ہے۔ ابتداے آفرینش سے لے کر آج کی تہذیبی زندگی تک زبان انسانی اجتماعیت کا ایک بڑا ذریعہ

۳۱- بڑی قوم سے یہاں مولانا قاسمی رحمۃ اللہ علیہ کی مراد متمدن قوم ہے جیسا کہ اگلے صفحات میں بڑی قوم کی تعریف کے ضمن میں ذکر کیا گیا ہے۔

رہی ہے۔ اگر قرآن مجید میں غور کیا جائے تو اس میں مختلف زبانوں اور رنگوں پر غور کرنے کا حکم دیا گیا ہے، کیوں کہ ان کے اندر اللہ کی بہت ساری نشانیاں ہیں۔ مختلف ملکوں کے لیے مختلف زبانیں، مخصوص فلسفہ اور مخصوص حکمت عملی چلی آرہی ہے۔ اسلام جیسا بین الاقوامی مذہب ان حقائق سے انکار نہیں کرتا۔[۳۲]

بڑی قوم کسے کہا جائے

بڑی قوم کی تعریف میں مولاناؒ فرماتے ہیں: "جو قوم انسانیت کے مرتبہ کی داعی ہے (وہ اس بنا پر کہ) ان کے پاس اپنی زبان ہے ان کا دعوی ہے کہ ہمیں اپنے آبا و اجداد سے اجتماعی سوشیالوجی کے کچھ طریقے ملے ہیں یعنی تہذیبی طور پر تاریخی پس منظر ہے وہ بڑی قوم ہے۔"[۳۳] اور بڑی قومیں جن کے پاس اپنی زبان اور اجتماعی فکر ہے سات ہیں۔[۳۴]

مولانا کے تفسیری مندرجات

"عام لوگوں کا خیال ہے کہ عرب ایک مستقل قوم نہیں ہے بلکہ وہ ایک خانہ بدوش اور بدّو قوم ہے ان کا بنیادی طور پر کوئی تمدن نہیں ہے، عرب بعد میں قوم بنی ہے۔ اگر ایسا ہو تو پھر قرآن مقدس حکمت سے بھرپور کتاب کا پہلا مخاطب انھیں کیوں بنایا جارہا ہے؟"[۳۵] اس طرح کے سوالات و اشکالات کو دور کرنے کے لیے سورۃ سبا میں عرب کے بڑی قوم ہونے کے ثبوت اور ان کے تمدن کا بیان ہوگا۔ عقلا محال ہے کہ عربی جیسی فصیح و بلیغ

۳۲۔ عبید اللہ سندھی، **مجموعہ تفاسیر**، مرتبین، مولانا بشیر احمد لدھیانویؒ، مولانا غلام مصطفی قاسمیؒ، غازی خدا بخشؒ، عبد اللہ رحیم آبادیؒ، تفسیر سورۃ سبا (جدید رنگ میں قرآن کی حکیمانہ تفسیر) مرتب، مولانا غلام مصطفی قاسمیؒ (کراچی: حکمت قرآن انسٹیٹیوٹ: ۲۰۰۹ء) ۶۵، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: ﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْعٰلِمِيْنَ﴾ [القرآن، ۳۰: ۲۲] (ترجمہ: اور اس کی نشانیوں سے ہے آسمان اور زمین کا بنانا اور طرح طرح کی بولیاں تمھاری اور رنگ، اس میں بہت نشانیاں ہیں سمجھنے والوں کو۔)، (شیخ الہند محمود حسن، **ترجمہ قرآن**، ۱۲۲۴۔)

۳۳۔ غلام مصطفیٰ قاسمی **تفسیر، سورۃ سبا (جدید رنگ میں قرآن کی حکیمانہ تفسیر)** (کراچی: حکمت قرآن انسٹی ٹیوٹ، ۲۰۰۹ء)، ۶۸۔

۳۴۔ ان میں چینی، ہندوستانی، ایرانی، اہل بخارا، عرب، مغرب میں دو بڑی قومیں ہیں ان میں حبش جنوب میں ہے اور یونان شمال میں ہے جسے اب یورپ کہا جاتا ہے۔ انسانیت کی یہ سات بڑی سوسائٹیاں ہیں۔ (قاسمی، نفس مصدر، ۶۸۔)

۳۵۔ قاسمی، نفس مصدر، ۶۹۔ ۷۰۔

زبان بولنے والے حکمت سے خالی ہوں۔ حجاز کے شمال میں شام ہے اور جنوب میں یمن ہے اور دونوں مستقل تمدن کے حامل ہیں۔ عرب قوم کے دو جدّ امجد گزرے ہیں: ایک عدنان(۳۶) دوسرا قحطان۔(۳۷) عدنانی اقوام نے اپنا مرکز شام کو بنایا جب کہ قحطانی اقوام نے اپنا مرکز یمن کو بنایا۔ اور سبا یمنی قوم ہے۔ یمن کی تمدنی لحاظ سے ایک مستقل تاریخ ہے۔ یہ عرب کا بڑا متمدن علاقہ ہے، حجازی تحریک عدنانی وقحطانی ہر دو کو جمع کرتی ہے۔ قرآن حکیم کے پہلے مخاطبین بھی یہی ہیں۔

نزول قرآن کے زمانے میں انسانی برادری دو مراکز قیصر وکسریٰ میں تقسیم تھی۔ قرآن کا مقصود اصلی یہ تھا کہ شہنشاہیت کا خاتمہ کر دیا جائے۔ لہذا وہ ان دونوں مراکز کی اصلاح کے توسط سے پوری دنیا کی اصلاح کا پروگرام بناتا ہے۔(۳۸) اس لیے اس کی دو سورتوں، عنکبوت اور روم، میں خاص طور پر ایران اور روم کا ذکر آتا ہے۔ معلوم ہوا کہ قرآن کا اولین خطاب سمجھدار حنفاء سے ہے جن کو مہاجر کہا جاتا ہے۔ انصار بھی ان کے ساتھ ملحق ہیں۔(۳۹) قریش کا آبائی مرکز شام اور دوسرا مکہ مکرمہ ہے، جب کہ انصار یمنی قوم ہے۔

آپ ﷺ کا مکی دور جنگ سے خالی تھا۔ لہذا دعوت نبوی ﷺ کی نتیجے میں جو مخلص ساتھی میسر آئے ان کے ذریعے سوسائٹی کے اطراف میں ایک مضبوط ومنظم تبدیلی کا پروگرام پروان چڑھا۔ قریش نے بالآخر مدینہ میں حکومت قائم کرلی اور انصار نے اسلامی سوسائٹی کو پروان چڑھانے میں بھرپور مدد کی۔ یہاں سے یہ ثابت

۳۶۔ مؤرخین اس بات پر متفق ہیں کہ عدنان اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔ اہل حجاز کے بڑے قبائل کی نسبت عدنان کی طرف کی جاتی ہے۔(الزرکلی، **الأعلام**،۴: ۲۱۸-۲۱۹۔)

۳۷۔ قحطان حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔ ان کا نسب نامہ کچھ اس طرح ہے، قحطان بن عابر بن شالخ بن ارفخشذ بن سام بن نوح۔(نفس مصدر، ۴: ۲۹۰)

۳۸۔ قاسمی، **تفسیر سورۃ سبا**، ۷۰- ۷۱۔

۳۹۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: ﴿**هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ۗ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۙ وَّ اٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ ؕ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ**﴾[القرآن، ۶۲: ۳-۲] (ترجمہ: وہی ہے جس نے اٹھایا ان پڑھوں میں ایک رسول انھی میں کا پڑھ کر سناتا ہے ان کو اس کی آیتیں اور ان کو سنوارتا ہے اور سکھلاتا ہے ان کو کتاب اور عقل مندی اور اس سے پہلے وہ پڑے ہوئے تھے صریح بھول میں۔ اور اٹھایا اس رسول کو ایک دوسرے لوگوں کے واسطے بھی انھی میں سے جو ابھی نہیں ملی اور ان میں وہی ہے زبردست حکمت والا۔) (محمود حسن، **ترجمہ قرآن**، ۱۶۶۴۔)

ہوا کہ ان دونوں یعنی شامی اور یمنی قوموں کو جمع کرنی والی قوم قریش ہے۔ اسے حکومت اور حکمت عملیوں کی تمام اہلیت حاصل تھی۔[۴۰]

مولانا قاسمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”عرب قوم پہلے تو دیگر اقوام کی مانند ایک قوم ہے جس کے پاس مستقل تمدن ہے۔ نیز وہ تمام قوموں کا مرکز ہے۔ اس کے ثبوت کے لیے اس سورہ میں دو فصلیں رکھی گئی ہیں۔“[۴۱]

پہلی فصل: ﴿وَلَقَدْ آتَيْنَا دَاوُودَ مِنَّا فَضْلًا﴾[۴۲] سے شروع ہوتی ہے۔ اس میں شام کی عبری قوم کا ذکر ہے، اور دوسری فصل: ﴿لَقَدْ كَانَ لِسَبَإٍ فِي مَسْكَنِهِمْ آيَةٌ﴾[۴۳] سے شروع ہوتی ہے۔ اس میں یمنی قوم کا ذکر ہے۔

فصل اول: عبری قوم کا ذکر

﴿وَلَقَدْ آتَيْنَا دَاوُودَ مِنَّا فَضْلًا﴾[۴۴] (ترجمہ: اور ہم نے دی ہے داوٗد کو اپنی طرف سے بڑائی)[۴۵]

آیت مذکورہ میں لفظ فضلا کی بیان کردہ تفسیر کا خلاصہ یہ ہے کہ پہلے پہل قوم داوٗد قاضیوں سے ہی فیصلے کرواتی تھی لیکن وقت گزرنے کے ساتھ جب غیروں کے حملے کا خوف ہوا تو بادشاہ کا مطالبہ کیا،[۴۶] دعا مستجاب ہوئی اور نمونے کے طور پر انھیں طالوت بادشاہ ملا، اس کے بعد حضرت داوٗد علیہ السلام بادشاہ بنے؛ یہ مطلب ہے فضل کا۔ یعنی ہم نے داوٗد علیہ السلام کو بڑی حکومت دی۔[۴۷]

۴۰۔ قاسمی، مصدرِ سابق، ۷۲۔

۴۱۔ قاسمی، مصدرِ سابق، ۷۰۔

۴۲۔ القرآن، ۳۴: ۱۰۔

۴۳۔ القرآن، ۳۴: ۱۵۔

۴۴۔ القرآن، ۳۴: ۱۰۔

۴۵۔ محمود حسن، **ترجمۂ قرآن**، ۱۲۹۴۔

۴۶۔ فرمایا: ﴿ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾ [القرآن، ۲: ۲۴۶] (ترجمہ: انھوں نے کہا اپنے نبی سے مقرر کر دو ہمارے لیے ایک بادشاہ تا کہ ہم لڑیں اللہ کی راہ میں۔) (محمود حسن، **ترجمۂ قرآن**، ۱۱۲۔)

۴۷۔ قاسمی، **تفسیر سورۃ سبا**، ۷۷۔

آل داؤد علیہ السلام کا قصہ

﴿فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلَىٰ مَوْتِهِ إِلَّا دَابَّةُ الْأَرْضِ تَأْكُلُ مِنسَأَتَهُ ۖ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ أَن لَّوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوا فِي الْعَذَابِ الْمُهِينِ﴾ [۴۸] (ترجمہ: پھر جب مقرر کیا ہم نے اس پر موت کو نہ جتلایا ان کو اس کا مرنا مگر کیڑے نے گھن کے کھاتا رہا اس کا عصا پھر جب وہ گر پڑا معلوم کیا جنوں نے کہ اگر خبر رکھتے ہوتے غیب کی نہ رہتے ذلت کی تکلیف میں۔)[۴۹]

مذکورہ آیت کے تحت مولاناؒ کی بیان کردہ تفسیر کا خلاصہ یہ ہے: اس آیت کی تفسیر میں مفسرین جو بیان فرماتے ہیں وہ دراصل اسرائیلی قصوں پر مشتمل ہے[۵۰] جو آیت کے ظاہر سے ماخوذ ہے کہ آیت میں "علیہ" کی ضمیر سلیمان علیہ السلام کی طرف راجع ہے اور دابۃ الارض سے مراد دیمک ہے۔ اس کے بعد آیت کی تفسیر و ترجمہ بیان فرماتے ہیں، اور اس سے پہلے آیت کے کچھ مفردات کی وضاحت کرتے ہیں، تاکہ مفہوم واضح ہو جائے۔ جیسے آیت میں علیہ کا مرجع، موت سے مراد، دابۃ الأرض کا معنی اور عصا کا مفہوم وغیرہ۔[۵۱]

۴۸۔ القرآن، ۳۴: ۱۴۔

۴۹۔ محمود حسن، **ترجمہ قرآن**، ۱۲۹۶۔

۵۰۔ ابو الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر، **تفسیر القرآن العظیم**، تحقیق، محمد حسین شمس الدین (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، ۱۴۱۹ھ)، ۶: ۴۴۴؛ مولانا فرماتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام سے متعلق مفسرین جو قصہ بیان کرتے ہیں، وہ فرضی افسانہ ہے، کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے، بلکہ اسرائیلیات سے ماخوذ ہے، سلیمان علیہ السلام نبی تھے نماز پڑھتے تھے، انسانی تقاضوں کے مطابق کھاتے پیتے تھے۔ پھر ایک سال کھڑے رہے نہ نماز پڑھی نہ کھانا کھایا، ایسی بات جنات سے کیسے مخفی رہ سکتی تھی۔ (دیکھیے قاسمی، **تفسیر سورۃ سبا**، ۸۱۔)

۵۱۔ مثال کے طور پر آیت میں " علیہ" کا مرجع سلیمان علیہ السلام نہیں بلکہ آل داؤد ہے اور موت سے مراد سیاسی موت یعنی حکومت کا ہاتھوں سے نکل جانا ہے۔ دآبۃ الأرض: نزول قرآن کے زمانے میں انسان کے لیے بھی کہا جاتا تھا۔ تخصیص بعد میں ہوئی۔ یہاں اس سے مراد سلیمان علیہ السلام کا بیٹا ہے۔ عصا کا مطلب حکومت ہے۔ (ملاحظہ ہو: قاسمی، **تفسیر سورۃ سبا**، ۸۲۔)

مفردات ذکر کرنے کے بعد ایک قصہ [۵۲] بیان کر کے آیت کا ترجمہ یوں بیان فرماتے ہیں: "جب ہم نے آلِ داؤد پر موت (حکومت کے خاتمہ) کا فیصلہ کیا تو دیکھو اس کو زمین کا ایک جانور (سلیمان علیہ السلام کا بیٹا) کھا گیا، عصا (حکومت) اس کی کو، پھر جب گرا (یعنی سلیمان علیہ السلام کے بیٹے کی حکومت گر پڑی) تو جنوں پر یہ بات واضح ہوئی کہ اگر وہ غیب کا علم رکھتے تو کبھی ایسی ذات کے عذاب میں نہ رہتے۔" غرض کہ اس سے پہلے جنوں اور دیگر طاقتور قوموں کو گمان تھا کہ یہ حکومت ٹوٹنے والی نہیں ہے، لیکن جب کچھ کمزور لوگوں کی بغاوت کی وجہ سے حکومت تباہ ہوگئی تو افسوس کرنے لگے کہ بادشاہت کے بل پر ہم سے ناحق کام لیا گیا، اگر ہم اس بادشاہت کے ٹوٹنے کا علم رکھتے تو ایسی خواری جیسی زندگی بسر نہ کرتے۔"[۵۳]

ترجمہ و تفسیر پر ایک نظر ڈالنے سے معانی میں اختلاف اور عدم مطابقت محسوس ہوتی ہے کہ ترجمہ میں مولانا قاسمیؒ نے وہی بیان کیا جو عام طور پر سمجھا جاتا ہے، لیکن تفسیر میں ترجمے کے برعکس الفاظ کے ظاہری معانی کو چھوڑ کر تاویل کا راستہ اختیار کیا۔ البتہ ان کا یہ رجحان مذکورہ آیت کے مفردات کے بیان کردہ معانی کے مطابق ہے۔

فصل دوم: قوم سبا کا تمدن

اس فصل میں اس بات کو ثابت کیا گیا ہے کہ قوم سبا نے دنیا کی ترقی میں بہت اہم کردار ادا ہے بلکہ اگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ دنیا میں ترقی قوم سبا کی وجہ سے ہوئی ہے۔ اس بات کو سمجھانے کے لیے مختصر تمہید پیش کر کے اصل موضوع کی طرف آتے ہیں۔ پیشے کے لحاظ سے آدمیوں کی دو قسمیں ہیں: ایک مزارع، دوسرا ہنر مند۔ حکما کو انسانی سوسائٹی کی ان ضروریات کا علم تھا، اور انبیا علیہم الصلوات والتسلیمات ان سے زیادہ علم رکھتے ہیں۔ معلوم ہونا چاہیے کہ زراعت پیشہ لوگوں کی طبیعت مذہب سے تعلق رکھتی ہے۔ جب انھیں شریعت کا کوئی حکم سنایا جائے تو بغیر کسی غور و فکر کے جلد ہی مان لیں گے۔ ہنر مند لوگوں کی اکثریت کا تعلق حکمت (دانائی) سے ہے۔ ان کے سامنے شریعت کو اگر حکمت کی صورت میں پیش کیا جائے تو وہ مان لیں گے۔ قوم سبا کا پیشہ زراعت تھا، چناں چہ ان

۵۲- حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات کے بعد ان کا بیٹا مسند نشین ہوا۔ حکومت کی وجہ سے ان کے نالائق بیٹے نے عام لوگوں پر ظلم کرنا شروع کیا۔ اس حالت کو دیکھ کر ایک وفد اس بادشاہ کے پاس یہ درخواست لے کر گیا کہ انسانوں پر ظلم ختم کیا جائے۔ بادشاہ نے اپنے والد کے وزرا اور اپنے نوجوان وزرا سے مشورہ کیا۔ وزرائے سلیمان علیہ السلام پر اپنے نوجوان وزرا کی آرا کو ترجیح دیتے ہوئے ظلم کو جاری رکھا تو عام لوگوں نے آگے چل کر بغاوت کی اور سلیمان علیہ السلام کے بیٹے کی حکومت نیست و نابود ہو گئی۔ (قاسمی، **تفسیر سورۃ سبا**، ۸۲۰۔)

۵۳- قاسمی، نفس مصدر، ۸۳۔

میں شریعت کے سمجھنے کی بڑی صلاحیت تھی۔ سورۂ سبا عرب کی سوسائٹی کو تمدن اور معیشت کے حوالے سے بلند ثابت کرتی ہے۔ اہل مشرق و مغرب کا تعلق بھی اسی خطۂ عرب سے ہوتا ہے۔

﴿وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا﴾ (۵۴) (اور رکھی تھیں ہم نے ان میں اور ان بستیوں میں جہاں ہم نے برکت رکھی ہے۔)(۵۵)

اس آیت کی بیان کردہ تفسیر کا خلاصہ یہ ہے: کہ مذکورہ آیت میں اہل یمن کو دی گئی نعمتوں کا بیان ہے؛ شام اور یمن کے درمیان ایک شاہراہ تھی جس کے دونوں اطراف باغات تھے اور ہر ایک منزل پر گاؤں تھے۔ سب کے لیے تجارت کی سہولت تھی، سرمایہ داری کی مصیبت نہیں تھی، یہ اتنی بڑی سہولت تھی کہ جنوبی ہند کے بحری جہاز عدن سے یمن پہنچتے تھے۔ عدن میں ہند اور ماوراء ہند کی تجارت یمنی قوم کے ماتحت شام سے جڑی ہوئی تھی۔ تجارتی سامان سے بھرے قافلوں کو لے کر یمنی لوگ سر سبز راستوں کے ذریعے شام پہنچتے تھے۔ شام سے یورپ کی طرف بآسانی مال پہنچتا تھا۔ اسی طرح یورپ سے ہندستان کی طرف مال کی آمد ورفت تھی۔ روم میں بڑی شہنشاہیت قائم تھی، انھیں گھر بیٹھے یمنی قوم کے ذریعے یورپ سے باہر کی چیزیں مل جاتی تھیں، چناں چہ معلوم ہوا کہ یمن کے باشندے تمدن کے لحاظ سے دنیا کی تجارت کا مرکز تھے، کیوں کہ سب مل کر چھوٹی چھوٹی کمپنیاں بنا کر تجارت کرتے تھے لیکن جب انھوں نے ناشکری کی یعنی مال داروں نے مشترکہ تجارت اور سوسائٹی کی بہتری کو روکنے اور بڑی کمپنیاں اور سرمایہ دارانہ ادارے بنانے کی کوشش کی تو انھیں وہ سزا ملی کہ پانی کا بند ٹوٹ گیا، سیلاب آگیا، راستے تباہ ہوگئے، تجارت کم ہوگئی۔(۵۶) چناں چہ اس کے بعد عرب میں کساد بازاری پیدا ہوگئی، تجارت روم کے ہاتھوں میں آگئی۔(۵۷)

۵۴- القرآن، ۳۴: ۱۸۔

۵۵- محمود حسن، **ترجمۂ قرآن**، ۱۲۹۔

۵۶- قرآنی اشارہ ﴿فَقَالُوا رَبَّنَا بَاعِدْ بَيْنَ أَسْفَارِنَا وَظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ فَجَعَلْنَاهُمْ أَحَادِيثَ وَمَزَّقْنَاهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ﴾ [القرآن، ۳۴: ۱۹] (ترجمہ: پھر کہنے لگے اے رب دراز کر دے ہمارے سفروں کو اور آپ اپنا برا کیا پھر کر ڈالا ہم نے ان کو کہانیاں اور کر ڈالا چیر کر ٹکڑے ٹکڑے اس میں پتے کی باتیں ہیں ہر صبر کرنے والے شکر گزار کو۔) (محمود حسن، نفس مصدر، ۱۲۹۷۔)

۵۷- قاسمی، مصدر سابق، ۸۸۔

اگر قریش کی تاریخ کا گہرائی سے مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ قریش یمنی اور شامی قوموں کے تمدن کے جامع تھے، وہ بھی تجارت کرتے تھے۔ نبی کریم ﷺ سے کچھ عرصہ پہلے انھوں نے پھر سے پُرانی تجارت کو زندہ کیا، جیسا کہ مولانا قاسمی فرماتے ہیں:

> سورۂ ایلاف کی تفسیر پڑھ کر دیکھیں۔ آپ کو یہ بات واضح نظر آئے گی کہ یہ شاہراہ پُرامن نہیں تھی، لیکن قریش چونکہ بیت اللہ کے متولی تھے اس لیے سب لوگ ان کی عزت کرتے تھے۔ غرض کہ سیاسی و تمدنی ترقی کے لیے عربوں نے پھر سے عرب کی پرانی تجارت کو زندہ کیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آگے چل کر وہ حکومت کے مالک بنے اور یورپ کو بھی فتح کیا۔[۵۸]

اس سے ثابت ہوا کہ عالم عرب کی اجتماعیت اور عرب سوسائٹی بڑی اہمیت کی حامل ہے اور عربوں کے اندر ایسی قابلیت اور صلاحیت موجود تھی کہ وہ حکومت کر سکیں۔

مولانا کے نقطۂ نظر پر غور کیا جائے تو سورہ سبا میں دو اہم باتیں ہیں۔ پہلی بات یہ ہے کہ انسان کے اعمال کا حساب دنیا میں بھی جاری ہے، اور دوسری خاص بات یہ ہے کیا عرب میں کوئی ایسی سوسائٹی پیدا ہو سکے گی جو عالم گیر انقلاب لا سکے۔ یمن اور شام بڑی طاقتیں تھیں ان کا بڑا تمدن تھا، لیکن تباہ ہو گئیں۔ لیکن حجاز کی سرزمین میں یہ قابلیت موجود ہے کہ یہاں انقلابی طبعیت کے حامل افراد پیدا ہو سکتے ہیں، جن کے ہاتھوں دوبارہ ترقی کے امکانات موجود ہیں۔[۵۹]

لیکن یہاں پر ایک اہم سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا قریش میں ایسی قوت تھی جو عالمی انقلاب کا بوجھ اٹھا سکے؟ ہم نے قریش کو داؤد علیہ السلام اور قوم سبا کی خلافت کا جانشین ثابت کیا ہے۔ سمندر کی طاقت اگرچہ رومیوں کے زیرِ نگیں تھی لیکن قریش قدیم تجارتی شاہراہ کو از سرِ نو زندہ کرنے کے درپے تھے اور اس کے ذریعے سے شام سے تجارت ان کا مقصد تھا۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے جسے چھوڑنے کی وجہ سے یمن تباہ ہوا۔ قریش ایک بہادر قوم تھی وہ بزدلی کی تاریخ سننے کے لیے تیار نہ تھی۔ معلوم ہوا کہ ان میں انقلاب کی قوت تھی، لیکن وہ انقلاب دینی ہوتا یا لادینی؟ یہ سوال قریش کی قدیم تاریخ پر نظر رکھنے سے حل ہو سکتا ہے انھیں دین کی بدولت (بیت اللہ کی خدمت)

۵۸۔ قاسمی، مصدرِ سابق، ۸۹۔

۵۹۔ قاسمی، نفس مصدرِ سابق، ۹۱۔

شام کا راستہ مل گیا تھا۔ لہٰذا ان کا انقلاب لازمی طور پر دینی تھا، لیکن انھیں ایک خاص دینی پروگرام کی ضرورت تھی وہ انھیں اسلام کی صورت میں مل گیا۔(۶۰)

۲- حاشیہ تفسیر إلهام الرحمٰن في تفسير القرآن

مولانا قاسمی رحمۃ اللہ علیہ نے بہت سی کتب پر محققانہ حواشی لکھے ہیں ۔ ان میں سے ایک کتاب مولانا سندھی رحمۃ اللہ علیہ کی **تفسیر إلهام الرحمٰن في تفسير القرآن** ہے جو مولانا سندھی رحمۃ اللہ علیہ نے مکہ مکرمہ میں اپنے شاگرد مولانا موسیٰ جار اللہ رحمۃ اللہ علیہ(۶۱) کو عربی میں املا کروائی تھی۔

حاشیہ کا اسلوب

مولانا قاسمی رحمۃ اللہ علیہ کا تفسیر **إلهام الرحمٰن** کے کچھ اجزا پر حاشیہ مفید تعلیقات پر مشتمل ہے، جیسا کہ مفردات کی وضاحت کرنا، مشکل مقامات کی تشریح کرنا، شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اصطلاحات کی وضاحت کرنا، اپنے شیخ

۶۰- نفس مصدر، ۹۴، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ۝ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۝ قُلْ لَّكُمْ مِّيْعَادُ يَوْمٍ لَّا تَسْتَاْخِرُوْنَ عَنْهُ سَاعَةً وَّلَا تَسْتَقْدِمُوْنَ﴾ [القرآن، ۳۴: ۳۰-۲۸]، (ترجمہ: اور تجھ کو جو ہم نے بھیجا سو سارے لوگوں کے واسطے خوشی اور ڈر سنانے کو لیکن بہت لوگ نہیں سمجھتے۔ اور کہتے ہیں کب ہے یہ وعدہ اگر تم سچے ہو۔ تو کہہ تمھارے لیے وعدہ ہے ایک دن کا، نہ دیر کرو گے اس سے ایک گھڑی نہ جلدی۔) (محمود حسن، **ترجمۂ قرآن**، ۱۳۰۲۔)

۶۱- آپؒ روس کے جید علما میں سے تھے۔ آپ کی ولادت روس کے شہر روسنوف دون میں ۱۲۹۵ھ میں ہوئی۔ آپ کو علوم اسلامیہ پر دست رس حاصل تھی، آپ تین سال مکہ مکرمہ میں مجاور بن کر رہے۔ آپ کو متعدد زبانوں (عربی، فارسی، ترکی، روسی) پر بھی عبور حاصل تھا۔ آپ کی وفات قاہرہ (مصر) میں ۱۳۶۹ھ میں ہوئی۔ (الزرکلی، **الأعلام**، ۷: ۳۲۰-۳۲۱۔)؛ مولانا موسی جاراللہ کی مولانا سندھی رحمۃ اللہ علیہ سے پہلی ملاقات اس وقت ہوئی جب مولانا سندھی روس گئے۔ ۱۹۳۷ء میں مولانا سندھی سے دوبارہ ملاقات حرم شریف میں ہوئی، اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے آپ نے شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے فلسفے کی روشنی میں ان کے ہاں قرآن کی تفسیر پڑھنا شروع کی۔ حضرت سندھی رحمۃ اللہ علیہ عربی میں تفسیر املا کراتے تھے اور آپ اس طرح لکھتے تھے کہ کوئی حرف اور کلمہ رہ نہ جائے۔ آپ نے ایک سو پچاس دنوں (۱۸/ جمادی الاولی سے ۱۳/ ذی القعدہ ۱۳۵۶ھ -۲۶ جولائی ۱۹۳۷ء سے ۱۱/ جنوری ۱۹۳۸ء تک) میں دو ہزار چار سو صفحات لکھے۔ (عبید اللہ سندھی، **تفسیر إلهام الرحمن في تفسير القرآن على أصول الإمام ولي الله الدهلوي**، تحقیق، مولانا غلام مصطفی قاسمی: (کراچی: بیت الحکمۃ)، ۱: ۵ و ۳۴۳۔)

سندھی رحمۃ اللہ علیہ کے تفسیری نکات بیان کرنا اور اقوال کو اصلی مصادر کی طرف منسوب کرنا وغیرہ۔ ان تعلیقات کی درج ذیل چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں:

مثال ۱: مولانا سندھی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ شخص اکبر [۶۲] کو شخص اصغر [۶۳] بناتے ہیں اور حظیرۃ القدس [۶۴] کو اس کا دماغ اور زبان قرار دیتے ہیں۔ [۶۵] حظیرۃ القدس شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں ایک خاص اصطلاح ہے، جو **حجة الله البالغة** پڑھے بغیر نہیں سمجھی جاسکتی۔ اس کے بعد مولانا قاسمی رحمۃ اللہ علیہ اس اصطلاح کی حاشیہ میں وضاحت فرماتے ہیں۔ [۶۶]

مثال ۲: مولانا سندھی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: " شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی حکمت میں ایک لفظ العبد بالطبع ہے اس کو ہم نے انسانی سوسائٹی سے خارج کر کے حیوانوں کے ساتھ لاحق کیا ہے۔ [۶۷] اس کے بعد مولانا قاسمی رحمۃ اللہ علیہ اس مفرد کی حاشیہ میں وضاحت فرماتے ہیں: "کہ العبد بالطبع سے مراد وہ شخص ہے جو معاش کے لیے محنت نہ کرے۔ اس کا کام صرف پیروی کرنا ہوتا ہے۔" [۶۸]

۶۲۔ مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ شارح فکر ولی اللہ نے شخص اکبر (انسان اکبر) کی حقیقت کو اس طرح بیان کیا ہے: "عرش کے نیچے نورانی جگہ (عرش کا مخصوص حصہ) کے قریب تمام انسانوں کی انسانیت کا ایک مجسمہ موجود ہے، اسے صوفیوں کی اصطلاح میں انسان اکبر یا امام نوع انسانی کہتے ہیں۔ (عبید اللہ سندھی، **اردو شرح حجۃ اللہ البالغہ** (کراچی: حکمت قرآن انسٹیٹیوٹ: ۲۰۰۹ء)، ۸۸۔)

۶۳ – شخص اصغر (عام دنیوی انسان) دیکھیے: مولانا عبید اللہ سندھیؒ، نفس مصدر، ۸۸۔

۶۴۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے حظیرۃ القدس کی حقیقت کو اس طرح بیان کیا ہے: "ملا اعلیٰ میں موجود جو افضل ترین لوگ ہوتے ہیں، ان کے انوار اجتماعی طور پر ایک جگہ جمع ہو جاتے ہیں اور انسان اکبر کی روح کے پاس آپس میں ایک دوسرے سے ایسے پیوست ہو جاتے ہیں، گویا کہ وہ ایک ہی جسم ہیں۔ اس کا نام "حظیرۃ القدس" رکھا گیا ہے۔ دیکھیے: شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ، **حجةالله البالغة**، باب ذكر الملأ الأعلى، تحقیق: سید سابق (بیروت: دار الجیل، ۱۴۲۶ھ / ۲۰۰۵ء)، ۱: ۳۴۔

۶۵۔ سندھی، **تفسیر إلهام الرحمن**، ۱: ۵۷۔

۶۶۔ قاسمی، **حاشية تفسير إلهام الرحمن**، ۱: ۵۷۔

۶۷ – سندھی، **تفسیر إلهام الرحمن**، ۱: ۱۰۷۔

۶۸۔ قاسمی، **حاشية**، ۱: ۱۰۷۔

مثال ۳: مولانا سندھی رحمۃ اللہ علیہ بعض مقامات پر فرماتے ہیں: ”کہ امام شاہ ولی اللہ دھلوی بعض تالیفات میں فرماتے ہیں“[۶۹] اس سے ابہام پیدا ہوتا ہے کہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کس کتاب میں یہ قول موجود ہے۔ تو مولانا قاسمی حاشیے میں اس قول کو مصدر اصلی کی طرف منسوب کرتے ہوئے اس ابہام کو دور فرماتے ہیں۔[۷۰]

مثال ۴: مولانا غلام مصطفی قاسمی رحمۃ اللہ علیہ سورۃ الفاتحہ کی آیت: ﴿**غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ**﴾[۷۱]
(ترجمہ: جن پر نہ تیرا غصّہ ہوا اور نہ وہ گم راہ ہوئے) تفسیر سے مطابقت نہیں رکھتا۔[۷۲]
کی تفسیر میں اپنے استاد کے تفسیری نکات بیان کرتے ہیں جن کا خلاصہ ہے کہ ہم اپنے زمانے میں مغضوب علیھم ان لوگوں کو کہتے ہیں جن کے مطابق قرآن کا معنی سمجھ میں تو آتا ہے، لیکن اس پر عمل محال ہے اور ضالین ان لوگوں کو کہتے ہیں جن کے مطابق قرآن کو اس زمانہ میں کوئی سمجھ نہیں سکتا۔ حدیث میں جو ان کی تفسیر یہود و نصاری سے کی گئی ہے[۷۳] وہ تفسیر جمیع زمانہ کے لیے نہیں ہے، بلکہ وہ ایک مثال ہے جو اس زمانے میں پائی گئی تو انسان کو چاہیے کہ اپنے زمانے اور شہر میں ہر وہ قوم جو ان (یہود و نصاری) سے مشابہت رکھتی ہو، ان کو مغضوب علیھم اور ضالین کی مصداق قرار دے کر تفسیر کر سکتا ہے۔[۷۴]

مقدمہ ترجمہ نور القرآن

نور القرآن سندھی زبان میں قرآن مجید کا منظوم ترجمہ، حاجی احمد ملاح رحمۃ اللہ علیہ[۷۵] کا تحریر شدہ ہے، جس پر مولانا قاسمی رحمۃ اللہ علیہ نے سندھی میں ایک جامع مقدمہ تحریر فرمایا ہے، جس میں انھوں نے سندھ میں اسلام کی

---

۶۹ – سندھی، مصدرِ سابق، ا: ۹۲۔

۷۰ – قاسمی، **حاشیة**، ا: ۹۲۔

۷۱– القرآن، ا: ۷۔

۷۲– محمود حسن: **ترجمہ قرآن**، ۱۲۔

۷۳– محمد بن عیسی الترمذی، **سنن الترمذي**، كتاب التفسير، باب سورة فاتحة الكتاب، تحقیق: احمد شاکر و فواد محمد عبدالباقی (شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي، ۱۹۷۵ء)، رقم: ۲۹۵۴۔

۷۴ – قاسمی، **حاشية تفسير إلهام الرحمن**، ا: ۵۳-۵۲۔

۷۵– مولانا احمد ملاح رحمۃ اللہ علیہ (ت: ۱۳۸۷ھ = ۱۹۶۷ء) ضلع بدین کے رہنے والے نام ور عالم تھے، انھوں نے ایک درجن کتابیں نظم و نثر میں تحریر کیں۔ اللہ نے شاعری کا اعلی ملکہ عطا کیا تھا، جسے انھوں نے دین کی اشاعت کے لیے وقف کیا۔ مرحوم کا

ترویج، قرآن کریم کا پہلا سندھی ترجمہ اور چند اہم سندھی منظوم و منثور تراجم کا مختصر انداز میں ذکر کیا ہے[۷۶] اور آخر میں ترجمہ **نور القرآن** کی خصوصیات بیان فرمائی ہیں، جس سے ترجمے کی اہمیت کا اندازہ بخوبی ہو جاتا ہے۔ یہاں صرف ترجمہ کی کچھ خصوصیات بیان کی جائیں گی۔

طباعت ترجمہ: یہ ترجمہ تین مرتبہ طبع ہو چکا ہے، جس کی کتابت سندھ کے مشہور خطاط مولوی مشتاق احمد رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند عبدالرؤف صاحب نے کی ہے۔ اس کی ایک طبع حقی آفسٹ پریس کراچی سے ۲۰x۳۰ عمدہ کاغذ پر ہوئی ہے جو آٹھ سو صفحات پر مشتمل ہے جس کے ناشر الحاج جڑیو خان ارباب ضلع تھرپارکر ہیں۔ اس ترجمہ کی تصحیح، کتابت اور ترتیب مولانا مترجمؒ کے شاگرد و معتقد مولوی عبداللہ جونیجوؒ نے بڑی محنت سے کی ہے۔ جس نسخہ سے یہ ترجمہ طبع ہوا ہے وہ انھی کا لکھا ہوا ہے۔ دوسری مرتبہ مولانا قاسمی رحمۃ اللہ علیہ کے مقدمے کے ساتھ حیدرآباد سے ۱۹۷۸ء میں طبع ہوا اور حال ہی میں ولید بن طلال عبدالعزیز آل سعود کے حکم سے سعودیہ سے ۱۴۱۵ھ میں بھی شائع ہوا ہے لیکن اس میں مولانا قاسمی رحمۃ اللہ علیہ کا علمی مقدمہ موجود نہیں ہے۔

ترجمہ کی خصوصیات

حاجی احمد ملاح رحمۃ اللہ علیہ سے پہلے کسی مترجم نے قرآن مجید کا کامل منظوم ترجمہ نہیں لکھا، اگرچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی رحمۃ اللہ علیہ[۷۷] نے آخری دو پاروں کا منظوم ترجمہ لکھا تھا، لیکن ان میں سے صرف پارہ عم مطبوع و موجود ہے۔ مولانا قاسمی رحمۃ اللہ علیہ نے **نور القرآن** کی جو خصوصیات بیان فرمائی ہیں، وہ درج ذیل ہیں:

سب سے بڑا کارنامہ جو در حقیقت سندھ کی علمی تاریخ کا ایک عظیم کارنامہ ہے وہ قرآن مجید کا منظوم سندھی ترجمہ ہے۔ ان کے اس کارنامے کی قدر کرتے ہوئے سابق صدر اسلامی جمہوریہ پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق نے مولاناؒ کو بعد از وفات تمغہ دے کر ان کی خدمات کا اعتراف کیا۔ آپ کا وصال ۱۹۶۷ء میں بدین میں ہوا۔ (حاجی احمد ملاح، **نور القرآن** (حیدرآباد: سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ، ۱۹۷۸ء)، ۴- ۵) ؛ ڈاکٹر عبد الرزاق گھانگرو، **قرآن مجید کے سندھی ترجمیں اور تفسیریں** (شکارپور: مہران اکیڈمی سندھ، ۱۹۹۷ء)، ۲۲۰- ۲۲۱۔

۷۶- مولانا قاسمی رحمۃ اللہ علیہ نے **نور القرآن** کے مقدمے میں آٹھ سندھی تراجم ذکر کیے ہیں۔ جن میں سے دو منظوم اور چھے منثور ہیں: ۱- تیسری صدی میں قرآن حکیم کا سب سے پہلا سندھی ترجمہ۔ ۲- مخدوم ہاشم کا منظوم سندھی ترجمہ۔ ۳- مولانا قاضی عزیز اللہ متعلوی کا سندھی ترجمہ۔ ۴- محمد صدیق کا سندھی ترجمہ۔ ۵- مولانا تاج محمود امروٹی کا سندھی ترجمہ۔ ۶- مولانا عبد الرزاق کا سندھی ترجمہ۔ ۷- مولانا محمد مدنی کا سندھی ترجمہ۔ ۸- مولانا حاجی احمد ملاح کا منظوم سندھی ترجمہ۔ (ملاحظہ ہو: غلام مصطفی قاسمی، **مقدمہ نور القرآن** (حیدرآباد: سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ، ۱۹۷۸ء)، ۳- ۷۔

۷۷- مخدوم محمد ہاشمؒ وادیِ سندھ کے مشہور شہر ٹھٹھہ کے ایک گاؤں "بھیڑے" میں ۱۱۰۴ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ متعدد علوم وغیرہ میں ید طولی رکھتے تھے۔ آپ نے متعدد علما (مولانا ضیاء الدین سندھی، شیخ عبد القادر صدیقی مکی وغیرہ) سے علم دین

مذکورہ ترجمہ قرآن حکیم کے معانی پر اس طرح مشتمل ہے کہ کوئی چیز ترجمہ میں نہیں چھوڑی گئی۔ مترجمؒ نے کوشش کی ہے کہ تعبیر کا ایسا انداز اختیار کیا جائے جس سے قرآنی کلمات کا مفہوم واضح ہو جائے۔ مترجم نے اپنے ترجمے میں (لاڑی) زبان یعنی جنوبی سندھی استعمال کی ہے۔

ترجمہ قدیم سندھی بیت میں ہے۔

اس کے اشعار صراحتاً قرآنی آیات کا ترجمہ ہیں۔

ترجمے کی عبارت میں بے انتہا روانی ہے، اسے پڑھتے ہوئے یوں محسوس ہوتا ہے، جیسے شاہ عبد اللطیف بھٹائیؒ کی زبان میں ان کی شاعری پڑھ رہے ہیں۔

ترجمہ اسلام جیسے بین الاقوامی دین کو سمجھنے کے لیے صحیح قرآنی تعلیمات کی وضاحت کرتا ہے۔

سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ ایک کالم میں قرآن مجید کی آیات ہیں تو بالمقابل منظوم سطریں ترجمہ کی ہیں جو شاعر کا کمال ہے۔

ترجمے کے پڑھنے سے نہ صرف دین و دنیا کی ہدایت ملتی ہے، بلکہ سندھی لغات کے مشکل الفاظ کی معلومات بھی حاصل ہوتی ہے۔[۷۸]

الغرض مولانا مرحوم کا یہ ترجمہ سندھی زبان میں منفرد ادبی اعجاز کا حامل ہے۔

۴۔ مقدمہ ترجمۃ القرآن فارسی از مخدوم نوح سرور رحمۃ اللہ علیہ

عام طور پر مشہور ہے کہ برصغیر کا پہلا فارسی ترجمہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ (۱۷۶۳ء) نے تحریر فرمایا، لیکن مخدوم نوح سرور[۷۹] کے ترجمے کی طباعت واشاعت کے بعد یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ برصغیر کا پہلا فارسی ترجمہ

حاصل کیا۔ آپ کی تصانیف ایک سو ساٹھ کے قریب ہیں، چند کے نام یہ ہیں: **بذل القوة في سني النبوة، فاكهة البستان في تنقيح الحلال والحرام**۔ آپ کی وفات ۱۱۸۴ھ میں ٹھٹھہ شہر میں ہوئی اور وہیں آپ کا مدفن ہے۔ (عبدالحی الحسنی، **نزھۃ الخواطر**، ۶: ۸۴۲-۸۴۴۔)

۷۸۔ قاسمی، **مقدمہ نور القرآن**، ۶-۷۔

۷۹۔ آپ کا نام مخدوم لطف اللہ بن مخدوم نعمت اللہ المعروف مخدوم نوح سرور رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ آپ ضلع حیدر آباد میں ۹۱۱ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا نسبی تعلق اکتیسویں پشت میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ آپ کے ابتدائی استاذ مخدوم شاہ ڈنہ (وفات ۹۸۰ھ) ہیں۔ یہ بزرگ سندھ کے مشہور شاعر شاہ عبد اللطیف بھٹائی (۱۶۸۹ء- ۱۷۵۲ء) کے نانا تھے۔ اس کے بعد

مخدوم لطف اللہ المعروف مخدوم نوح سرور رحمۃ اللہ علیہ نے شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ سے تقریباً دو سو سال پہلے کیا۔ اس ترجمے کو سندھی ادبی بورڈ جامشورو سندھ نے بسلسلہ جشن پندرھویں صدی ہجری طبع کیا ہے اور مولانا قاسمی رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمے کی ابتدا میں چالیس صفحات کا ایک علمی مقدمہ فارسی زبان میں تحریر فرمایا ہے، جس کے چار حصے ہیں:

۱۔ جمع القرآن، شروط تفسیر، تفسیر آیات متشابہات، نسخِ آیات

۲۔ فارسی زبان میں ترجمہ ہائے قرآن و تفاسیر کا مختصر جائزہ

۳۔ مخدوم رحمۃ اللہ علیہ کے حالات

۴۔ مخدوم رحمۃ اللہ علیہ کے علمی کمالات و معارف قرآنیہ

اس مقدمے کی اہم خصوصیات درج ذیل ہیں:

۱۔ مولانا قاسمی رحمۃ اللہ علیہ نے متشابہات کی بحث میں مترجمؒ کا موقف بیان کیا ہے کہ مترجم ساری آیات متشابہات کی تفسیر بیان کرتے ہیں۔[۸۰]

مخدوم کے تدریسی سلسلہ میں مختلف روایات بیان کی جاتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے رواجی طریقہ تدریس سے اکتساب نہیں کیا۔ چناں چہ مولانا قاسمی لکھتے ہیں: کہ مخدوم کے علمی آثار جیسے ترجمہ قرآن، اور قرآنی علوم میں آمدہ روایات واضح کرتی ہیں کہ حضرت مترجم ظاہری علوم کے مکمل عالم تھے، اگرچہ انھوں نے مروجہ طریق پر علوم کی تکمیل نہیں کی تھی۔ لیکن خانقاہوں میں جو قدیم تعلیم کی رسم جاری تھی اس کے مطابق وہ اکتسابی علوم سے اچھی طرح بہرہ ور ہوئے تھے۔ مخدوم نوح بروز جمعرات بوقت صبح بتاریخ ۲۷/ ذی القعدہ ۹۹۸ھ میں رحلت فرما گئے۔) سید عبد القادر ٹھٹھو، **حدیقۃ الاولیاء**، (فارسی) (حیدر آباد: سندھ ادبی بورڈ، ۱۹۶۷ء)، ۱۲۱؛ غلام مصطفی قاسمی، **مقدمہ ترجمہ القرآن** (نوح سرورؒ) (حیدر آباد: سندھ ادبی بورڈ، ۱۴۰۱ھ)، ۱۹، ۲۰–۲۹۔

۸۰۔ قرآن مجید اپنی آیات کو دو قسموں پر تقسیم کرتا ہے: ۱۔ محکم، ۲۔ متشابہات۔ اکثر اہل علم حضرات تشابہات آیات میں بحث کرنے کو ناممکن تصور کرتے ہیں اور حق بھی یہی ہے کہ آج تک آیات تشابہات کا کوئی واضح مفہوم بیان نہیں ہو سکا ہے۔ پھر یہ عقیدہ رکھنا کہ قرآن کی آیات تشابہات کے مفہوم کو سمجھنے سے انسانی عقل عاجز ہے۔ یہ ایسا عقیدہ ہے جس سے درمیانی سوچ رکھنے والے لوگ شک و وہم میں مبتلا ہوتے ہیں۔ مخدوم نوح رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فارسی ترجمے میں اس فکر کے خلاف جو عوام میں مشہور ہے ساری آیات متشابہات کی تفسیر کی ہے۔ جیسا کہ ترجمے کے مطالعہ سے واضح ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب **الخیر الکثیر** کا دسواں حصہ بھی متشابہات کے اسرار و معانی پہ مشتمل ہے جس سے راسخین فی العلم ہی استفادہ کرسکتے ہیں۔(قاسمی، **مقدمہ ترجمہ القرآن** (نوح سرورؒ) ، ۴۔)

۲۔ مولانا قاسمی رحمۃ اللہ علیہ نے نسخ آیات کی بحث میں مترجمؒ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور اپنے استاد مولانا سندھی رحمۃ اللہ علیہ کا موقف (جو کہ انکا اپنا بھی موقف ہے) بیان کیا ہے۔(۸۱)

۳۔ فارسی زبان میں قرآن مجید کے تراجم و تفاسیر کا جامع انداز میں مختصر جائزہ پیش کیا ہے۔(۸۲)

۴۔ مترجم رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمے کی خصوصیات بیان کی ہیں جس کی وجہ سے قاری کے سامنے ترجمے کی اہمیت خوب واضح ہو جاتی ہے۔

۸۱۔ مخدوم نوح رحمۃ اللہ علیہ متقدمین کی پیروی کرتے ہوئے اپنے فارسی ترجمے کے حاشیے میں بتاتے ہیں: "یہ آیت فلاں آیت سے منسوخ ہے، لیکن یہ مسئلہ بہت مشکل ہے۔ علمائے معتزلہ نسخ کا کلی طور پہ انکار کرتے ہیں اور شاہ ولی اللہؒ نے درمیانہ راستہ اختیار کیا ہے۔ اور اس اختلاف کو حل کرنے کی عمدہ کوشش کی ہے۔ (قاسمی، **مقدمہ ترجمہ القرآن** (نوح سرور)، ۶)؛ اس کے بعد شاہ صاحب کی کتاب **الفوز الکبیر** سے نقل کرتے ہیں کہ: "ناسخ و منسوخ کی معرفت فن تفسیر میں ایک ایسا مشکل مسئلہ ہے جس کے اندر بے شمار اختلافات ہیں اور اس کے اشکال کے اسباب میں سب سے زیادہ قوی سبب متقدمین اور متاخرین کی اصطلاح کا باہمی اختلاف ہے۔ اس باب میں صحابہ و تابعین کے کلام کے استقرا سے جو کچھ معلوم ہوتا ہے، وہ یہ ہے کہ یہ حضرات نسخ کو اس کے لغوی معنی یعنی ایک چیز کا ازالہ دوسری چیز کے ذریعے سے استعمال کرتے تھے نہ کہ اصطلاح اہل اصول کے موافق۔ اسی وجہ سے ان کے نزدیک نسخ کا معنی ایک آیت کے بعض اوصاف کا ازالہ کرنا دوسری آیت کے ساتھ ہو گا۔ یہ ازالہ اوصاف عام ہے کہ مدت عمل کی انتہا ہو یا کلام کو اس کے متبادر معنی سے غیر متبادر معنی کی جانب پھیر دینا ہو یا یہ بیان کہ قیدِ سابق اتفاقی تھی اور یا لفظ عام کی تخصیص ہو اور یا منصوص اور مقیس علیہ ظاہری میں امر فارق کا بیان یا جاہلیت کی کسی عادت یا شریعت سابقہ کا ازالہ ہو۔ چوں کہ ان حضرات کے نزدیک نسخ باب وسیع رکھتا ہے اس لیے عقل کو اس میں جولانی اور اختلاف کی گنجائش مل گئی۔ یہی وجہ ہے کہ وہ منسوخ آیات کی تعداد پانچ سو تک بیان کرتے ہیں، لیکن اگر مزید غور و خوض کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ ان کی تعداد حد شمار سے باہر ہے، مگر متاخرین کے اصطلاح کے مطابق آیات منسوخہ کی تعداد کچھ زیادہ نہیں ہے۔ بالخصوص اس توجیہ کی رو سے جس کو ہم نے اختیار کیا ہے۔ شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان مذکورہ بالا آیات کو اپنی کتاب میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے اور جو آیات متاخرین کی رائے پر منسوخ ہیں ان کو ابن العربیؒ کے موافق تحریر کر کے قریبا بیس منسوخ آیتیں گنوائی ہیں، لیکن فقیر کو ان بیس میں بھی اکثر کی نسبت کلام ہی ہے۔ (شاہ ولی اللہ، **الفوز الکبیر**، ترجمہ اردو، مولوی رشید احمد انصاری، (دہلی: مکتبہ برہان اردو بازار جامع مسجد، ۱۹۵۵ء)، ۳۲-۳۳)؛ اس کے بعد مولانا قاسمیؒ اپنے شیخؒ کا موقف (جو کہ ان کا اپنا موقف بھی ہے) بیان کرتے ہیں کہ ہمارے شیخ حضرت سندھی رحمۃ اللہ علیہ نے شاہ صاحبؒ کی بیان کردہ پانچ منسوخ آیات کے جواب دیے ہیں، اور ان کی تحقیق کے مطابق قرآن کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں ہے۔ (قاسمی، **مقدمہ ترجمہ القرآن** (نوح سرورؒ)، ۷۔)

۸۲۔ قاسمی، نفس مصدر، ۸-۹، ۱۲-۱۴۔

ترجمے کی خصوصیات درج ذیل ہیں:

۱- دسویں صدی ہجری کے وسط میں جب یہ ترجمہ کیا گیا تو اس وقت برصغیر میں قرآن مجید کا فارسی میں کوئی ترجمہ موجود نہیں تھا، جب کہ اس دور میں سرزمین سندھ میں علم کا بڑا چرچا تھا۔ بوبک، ٹھٹھہ وغیرہ میں بڑے بڑے علما موجود تھے۔ ان حالات میں حضرت مخدوم نوح رحمۃ اللہ علیہ نے اس کام کا بیڑا اٹھایا اور فارسی زبان میں قرآن مجید کا ترجمہ کیا۔ البتہ یہ ترجمہ ابتدا میں شہرت حاصل نہیں کر سکا اور شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ مشہور ہو گیا اور زیورِ طبع سے آراستہ ہو کر خواص و عوام میں معروف و مشہور ہو گیا۔

۲- مترجم رحمہ اللہ حروف مقطعات اور متشابہات کے اسرار و رموز کو اختصاراً اور اشارات سے ترجمے میں بیان فرماتے ہیں۔

۳- مترجم رحمہ اللہ بہت سے تشریحی و تفسیری نکات بین السطور بیان کر دیتے ہیں تاکہ قاری کو مفہوم سمجھنے میں کوئی ابہام نہ رہے۔ یہ انداز جابجا اختیار کیا ہے جس سے قرآن مجید کا ترجمہ پڑھتے وقت قاری کے لیے کسی اور تفسیر کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی ہے۔ جیسا کہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی **فتح الرحمٰن** کی تعلیقات کو ابتدا میں ترجمے کے ساتھ ہی رکھا تھا، بعد میں طباعت کے وقت اسے حاشیے پر درج کیا۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ہم نے بھی ترجمہ کی بعض تعلیقات کی طوالت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے حاشیہ پر درج کیا ہے، لیکن اکثر کو علی حالہ برقرار رکھا ہے تاکہ مترجم رحمہ اللہ کی خواہش اور روش سے روگردانی نہ ہو۔"(۸۳)

۴- ترجمے کی زبان نہایت سہل، سادہ، اور آسان ہے۔ عالم و غیر عالم کے لیے اس سے استفادہ ممکن ہے۔

۵- مترجم رحمہ اللہ مختلف مقامات پر بسم اللہ کا ترجمہ سیاق و سباق کو ملحوظ رکھتے ہوئے حرف جار کے تعلق کی وجہ سے مختلف تحریر کرتے ہیں اور یہ خوبی دوسرے فارسی تراجم میں نہیں پائی جاتی۔

۶- ترجمے میں اسلاف مفسرین اور محدثین کے انداز اور طریقے کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔(۸۴)

۵- شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ فتح الرحمٰن کا سندھی ترجمہ

فتح الرحمٰن حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ (۱۷۶۳ء) کا فارسی زبان میں قرآن حکیم کا ترجمہ ہے۔ مولانا قاسمی رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمے کی افادیت کو محسوس کرتے ہوئے شاہ ولی اللہ اکیڈمی میں ۱۹۹۰ء میں اس کا سندھی ترجمہ

---

۸۳ – قاسمی، نفس مصدر، ۱۵۔

۸۴– قاسمی، مقدمہ ترجمہ القرآن (نوح سرور)، ۱۵-۱۴۔

شروع کیا اور ترجمے کی کتابت میں معاونت ان کے ایک شاگرد مولانا عثمان نے کی، [۸۵] یہ ترجمہ مکمل نہیں، بلکہ سورۂ یوسف تک ہے جو ۱۹۹۷ء میں شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اکیڈمی حیدرآباد سے مولانا محمد مدنی [۸۶] کی تفسیرِ قرآن (سندھی) کے ساتھ تین جلدوں میں شائع ہوا۔ اس کی پہلی جلد سورہ فاتحہ تا سورہ بقرہ، دوسری جلد سورہ آل عمران تا سورہ مائدہ، اور تیسری جلد سورہ انعام تا سورہ یوسف پر مشتمل ہے۔

ترجمے کی چند خصوصیات درج ذیل ہیں:

۱- مولانا قاسمیؒ نے شاہ صاحبؒ کے اسلوب کو مدّ نظر رکھتے ہوئے **فتح الرحمٰن** کا سندھی ترجمہ کیا ہے۔

۲- ترجمہ لغت کے قواعد کے ساتھ موافقت رکھتا ہے۔

۳- شاہ صاحبؒ کے ترجمے کی طرح یہ ترجمہ بھی لفظی اور تفسیری دونوں اسالیب پر مشتمل ہے۔

۴- ترجمہ سیاقِ کلام سے موافقت رکھتا ہے۔

۵- ترجمے کی زبان آسان، سلیس اور سادہ ہے جسے عام لوگ بھی آسانی سے سمجھ سکتے ہیں۔

الغرض کہ مولانا قاسمی رحمۃ اللہ علیہ نے بعینہ وہی اسلوب اختیار کیا ہے، جو شاہ صاحبؒ کا **فتح الرحمٰن** میں ہے، مگر انھوں نے فوائد **فتح الرحمٰن** کا سندھی ترجمہ حاشیے میں پیش نہیں کیا۔

۶- سندھی ترجمہ إلهام الرحمٰن في تفسير القرآن (پارہ اوّل)

یہ تفسیر مولانا سندھی رحمۃ اللہ علیہ (وفات: ۱۹۴۴ء) نے عربی زبان میں اپنے شاگرد مولانا موسی جار اللہ رحمۃ اللہ علیہ (وفات: ۱۳۶۹ھ) کو مکہ میں املا کروائی تھی۔ اس کے پہلے پارے کا سندھی ترجمہ مولانا دین محمد وفائی رحمۃ اللہ علیہ [۸۷]

۸۵- **فتح الرحمٰن** کے سندھی ترجمے کی ابتدا میں مقدمہ نہ ہونے کی وجہ سے میں نے بذاتِ خود مولانا قاسمی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک شاگرد مولانا اشرف اثر مہتمم مدرسہ فتح الاسلام ساکن ضلع حیدرآباد سے رجوع کیا اور ان سے یہ معلومات حاصل کیں۔

۸۶- آپ کا نام محمد بن اسلام ہے آپ ہالا کے گاؤں بھنبری نامی کے ایک ہندو گھرانے مین ۹ شعبان ۱۳۱۴ھ پیدا ہوئے۔ آپ نے ۱۳ سال کی عمر میں اسلام قبول کیا اور مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی، جہاں آپ نے شیخ حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے علوم اسلامیہ اور عربی کی تعلیم حاصل کی اور حدیث کی بعض کتب حضرت شیخ الہند سے پڑھی۔ مکہ مکرمہ میں تعلیماتِ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور قرآنِ کریم کی تفسیر مولانا عبید اللہ سندھی سے پڑھی۔ آپ کی وفات ۱۳۹۶ھ میں ہوئی۔ (دیکھیے: غلام مصطفی قاسمی، **مقالات قاسمی**، ۱۰-۱۱۔)

۸۷- آپ رحمۃ اللہ علیہ گڑھی یاسین (لاڑکانہ) کے ایک گاؤں "نبی آباد" میں ۱۳۱۱ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ مولانا سندھی رحمۃ اللہ علیہ کے اہم تلامذہ میں سے تھے۔ آپ کی چند تصانیف کے نام یہ ہیں: زندگی جو مقصد (زندگی کا مقصد) تذکرہ مشاہیر سندھ، الہام الباری، تجرید البخاری۔ آپ کی وفات: ۱۳۶۹ھ میں ہوئی۔ (قاسمی، **مقالات قاسمی**، ۴۰۹-۴۱۰۔)

اور مولانا قاسمی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہے۔ مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی رحمۃ اللہ علیہ سندھی تفسیر کے تعارف میں لکھتے ہیں:”مولانا سندھی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات جلیلہ میں سے ایک اہم خدمت قرآنی تعلیمات کی اشاعت ہے۔ چناں چہ وہ جہاں رہے درسِ قرآن دیتے رہے۔ ان کے تفسیری کام کی اشاعت کے لیے کراچی میں بیت الحکمت نامی ایک ادارہ قائم کیا گیا جس کا مقصد مولانا سندھی رحمۃ اللہ علیہ کے تفسیری کام کو مختلف زبانوں میں شائع کرانا تھا تاکہ زیادہ سے زیادہ استفادہ ہو سکے۔“(٨٨) اس کے بعد مولانا قاسمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: **الہام الرحمٰن** کے سندھی ترجمہ کے لیے مولانا دین محمد وفائی رحمۃ اللہ علیہ کو منتخب کیا گیا جو کہ مولانا سندھی کے شاگردوں میں سے تھے۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے کام شروع کیا، لیکن اجل نے ہاتھ روک دیا اس کے بعد میں نے ترجمہ کا کام شروع کر دیا اور ایک پارہ مکمل کیا۔ اس میں میرا اور مولانا دین محمد وفائیؒ کا حصہ ہے لیکن میرا حصہ زیادہ ہے۔(٨٩)

طباعت ترجمہ تفسیر الہام الرحمن (سندھی)

الہام الرحمٰن پارہ اول سندھی ترجمے کو مولانا قاسمی رحمۃ اللہ علیہ نے بیت الحکمت کی طرف سے الوحید پرنٹنگ پریس سے لیتھو میں طبع کرا کے ١٩٥٢ء میں شائع کیا۔ اس تفسیر کا دوسرا ایڈیشن ماسٹر عبدالوحید سعید آبادی نے ٹائپ میں ١٩٦٦ء میں شائع کیا جو ٢٦٤ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا تیسرا ایڈیشن مکتبہ اصلاح و تبلیغ ہیر آباد ٹاور مارکیٹ حیدرآباد سے شائع ہوا، اس پر تاریخ طباعت درج نہیں ہے۔

سندھی تفسیر کے ترجمے میں مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی رحمۃ اللہ علیہ کا اسلوب اور خصوصیات درج ذیل نکات میں پیش کیے جاتے ہیں:

١- مولاناؒ نے ترجمہ کرتے وقت سہل، سادہ اور آسان سندھی زبان استعمال کی ہے، اور اس بات کا خصوصی خیال رکھا ہے کہ تفسیر سے کوئی چیز باقی نہ رہ جائے۔

٨٨- غلام مصطفیٰ قاسمی، **ترجمہ تفسیر إلهام الرحمن في تفسير القرآن**، (سندھی پارہ اول)، (حیدرآباد: مکتبہ اصلاح و تبلیغ، ہیر آباد، ٹاور مارکیٹ)، ١۔

٨٩- نفس مصدر، ٢۔

۲- حضرت مولانا محمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ (شاگرد مولانا سندھی رحمۃ اللہ علیہ) کے سندھی ترجمۂ قرآن (۹۰) کو کچھ ردّ و بدل کے ساتھ ترجمے میں شامل کیا ہے، جیسا کہ مولانا قاسمی خود لکھتے ہیں: "مولانا محمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے سندھی ترجمہ قرآن کو کچھ ردّ و بدل کے ساتھ ترجمے میں شامل کیا گیا ہے۔"(۹۱)

۳- تفسیر کا ترجمہ کرتے وقت اہم موضوعات کے عنوانات قائم کیے گے ہیں۔

۴- مولانا سندھیؒ کا یہ اسلوب ہے کہ وہ قرآنی آیات کو فصول میں تقسیم کرتے ہیں پھر ان فصول کے درمیان ربط قائم کرتے ہیں۔ مولانا قاسمی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ترجمہ کرتے وقت اسی اسلوب کو اپنایا ہے۔

۷- تفسیری دروس از مولانا قاسمی (روائع البیان فی تفسیر القرآن)

مولانا قاسمی رحمۃ اللہ علیہ جب شاہ ولی اللہ اکیڈمی حیدر آباد کے ڈائریکٹر منتخب ہوئے تو اس وقت مولاناؒ کے اہم کاموں میں سے ایک کام شاہ صاحبؒ کے اسلوب کی روشنی میں قرآن حکیم کا درس دینا تھا جو کہ سندھی اور اردو میں دیا جاتا تھا۔ درس تفسیر میں علما، ادبا اور دور حاضر کے عصری علوم سے وابستہ نوجوان شریک ہوتے تھے اور تفسیری نکات لکھتے تھے۔

آپ کے تفسیری دروس میں سے ایک مجموعہ سندھی زبان میں مخطوط کی صورت میں قاسمیہ لائبریری کنڈیارو میں موجود ہے، جس کے کاتب مولانا قاسمی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد مولانا ڈاکٹر محمد ادریس سومرو (۹۲) ہیں۔ اس

۹۰- اس سندھی ترجمے کی خوبی یہ ہے کہ یہ قرآن مجید کا بامحاورہ ترجمہ ہے، لیکن قرآن مجید کے ہر بنیادی لفظ کا سندھی میں ترجمہ کیا گیا ہے۔ بعض مقامات پر ترجمہ کی رو سے بعض مشکل تفسیری مسائل کا حل بھی پیش کیا گیا ہے، جو کہ شاہ صاحبؒ کے **فوائد فتح الرحمن** کے فارسی حواشی کا سندھی ترجمہ ہے، قرآن کا یہ ترجمہ بڑے سائز اور حمائل دونوں میں فوٹو آفسٹ پر چھپا ہے۔ لیکن سندھی تفسیر میں صرف ترجمہ ہے۔ شاہ صاحبؒ کے **فوائد فتح الرحمن** کے فارسی حواشی کا سندھی ترجمہ موجود نہیں ہے۔ (غلام مصطفیٰ قاسمی، **مقدمہ نور القرآن**، ۵-۶۔)

۹۱ - غلام مصطفیٰ قاسمی، **ترجمہ تفسیر إلهام الرحمن** (سندھی)، ا۔

۹۲- آپ کنڈیارو شہر کے قریب ایک گاؤں "جنیھانی" میں ۱۹۶۱ء میں پیدا ہوئے۔ آپ نے درس نظامی کی تعلیم جامعہ ارشاد العلوم میر کھ (سندھ) سے حاصل کی۔ فلسفہ شاہ ولی اللہ کی تعلیم مولانا قاسمی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اکیڈمی میں حاصل کی اور سندھ یونی ورسٹی سے علوم اسلامیہ میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ آپ کے اہم کاموں میں سے ایک اہم کام یہ ہے کہ آپ نے اپنے والد مولانا محمد قاسم سومرو کی مدد سے کنڈیارو کے شہر میں قاسمیہ لائبریری قائم کی ہے جو کہ تیس ہزار کتب پر مشتمل ہے۔ (**سندھی انسائیکلوپیڈیا**، رقم: ۲۶۵۷۔)

مجموعہ کا نام **روائع البیان فی تفسیر القرآن** ہے۔ اور یہ ۱۰/اپریل ۱۹۸۳ء سے ۲۶ رمضان ۱۴۰۴ھ تک شاہ ولی اللہ اکیڈمی میں لکھا گیا ہے اور چار اجزاء پر مشتمل ہے۔

پہلا جزء: سورہ لقمان، احزاب، سبا، فاطر، یٰس اور الصافات پر مشتمل ہے۔

دوسرا جزء: سورہ ص، زمر، شعراء، النمل، قصص پر مشتمل ہے۔

تیسرا جزء: سورہ مائدہ پر مشتمل ہے۔

چوتھا جزء: سورہ یوسف پر مشتمل ہے۔

تفسیری دروس میں مولانا قاسمی رحمۃ اللہ علیہ کا اسلوب و خصائص

مولانا قاسمی رحمۃ اللہ علیہ کا درس قرآن دیتے وقت یہ اسلوب تھا کہ آپ پہلے ایک سورہ کی مختصر تفسیر بیان فرماتے، جس میں اگر سورہ کی ابتدا حروف مقطعات سے ہوتی تو شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اسلوب کی روشنی میں ان حروف کے اسرار و معانی بیان فرماتے قرآنی سورتوں اور آیات کے درمیان ربط قائم کرتے جس سے تسلسل اور موضوع کو سمجھنا آسان ہو جاتا۔ دور حاضر کے مسائل، ان حل کے درمیان ربط قائم کرتے سمجھاتے۔ تمام مفسرین کی آرا کے بعد حضرت سندھی رحمۃ اللہ علیہ کے تفسیری نکات سے ان کا حتمی فیصلہ صادر کرتے اور وہ اسرائیلی روایات جو شریعت کے مزاج کے خلاف ہوتیں یا ان میں انبیاے کرام علیہم السلام کی تنقیص پائی جاتی تو ان رد کرتے۔

حروف مقطعات

مولانا قاسمی رحمۃ اللہ علیہ نے سورۂ لقمان کی تفسیر کرتے ہوئے حروف مقطعات (ألـ م) کے متعلق جو فرمایا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ مفسرین حروف مقطعات کی تفسیر میں اختلاف کرتے ہیں،(۹۳) لیکن یہاں حروف مقطعات کا مفہوم شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اسلوب کی روشنی میں یہ ہے: کہ؛الف سے مراد اسلامی سوسائٹی کا پہلا درجہ ہے اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے شروع ہوتا ہے، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو اسلام کی دعوت دی، اللہ کا قانون سکھایا، تزکیہ فرمایا اور ان کو سب کاموں میں عدل کی تعلیم دی، جیسا کہ ارشادِ باری تعالی ہے:﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ

۹۳- مولانا قاسمیؒ نے حروف مقطعات کے متعلق مفسرین کی آرا، اور ان کا موقف بھی بیان کیا ہے۔(قاسمی، **روائع البیان في تفسیر القرآن تفسیری دروس** (سندھی) (مخطوط) (سندھ: قاسمیہ لائبریری کنڈیارو)، ۴: ۱۔

﴿وَالْحِكْمَةَ ۚ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ﴾ [94] (ترجمہ: اللہ نے احسان کیا، ایمان والوں پر جو بھیجا ان میں رسول انھی میں کا، پڑھتا ہے ان پر آیتیں اس کی اور پاک کرتا ہے ان کو (یعنی شرک وغیرہ سے) اور سکھلاتا ہے ان کو کتاب اور کام کی بات اور وہ تو پہلے صریح گمراہی میں تھے۔) [95]

اور لام سے مراد اسلامی سوسائٹی کا دوسرا درجہ ہے جو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے زمانے سے شروع ہوتا ہے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت پر اختتام پذیر ہوتا ہے، جس میں عراق وشام اور دیگر فتوحات شامل ہیں۔میم سے مراد اسلامی سوسائٹی کا تیسرا درجہ ہے، جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور سے شروع ہو کر آج تک جاری ہے۔ [96]

قرآنی آیات کے درمیان ربط

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿الٓمٓ ۚ تِلْكَ آيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ۙ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِيْنَ ۙ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۗ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ [97]

(ترجمہ: اور مہربانی نیکی کرنے والوں کے لیے، جو کہ قائم رکھتے ہیں نماز اور دیتے ہیں زکوٰۃ اور وہ ہیں جو آخرت پر ان کو یقین ہے۔انھوں نے پائی ہے راہ اپنے رب کی طرف سے اور وہی مراد کو پہنچے۔) [98]

مولانا قاسمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”مذکورہ آیات میں مفلحین (فلاح یافتہ جماعت) کا ذکر کیا گیا ہے اور فوراً بعد گمراہوں کا ذکر کیا گیا اور ان کی سزا بھی بیان کی گئی،“ [99] جیسا کہ ارشادی باری تعالیٰ ہے:

94- القرآن، 2: 164۔

95- محمود حسن، *ترجمہ قرآن*، 207۔

96 - قاسمی، روائع البیان، 4: 1۔

97- القرآن، 31: 1 - 5۔

98- محمود حسن، *ترجمہ قرآن*، 1231۔

99 - قاسمی، روائع البیان (مخطوط)، 1: 5۔

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ﴾(۱۰۰)

(ترجمہ: اور ایک وہ لوگ ہیں کہ خریدار ہیں کھیل کی باتوں کے تاکہ اللہ کی راہ سے بن سمجھے پھیریں اور ٹھہرائیں اسی کو ہنسی، وہ جو ہیں ان کو ذلت کا عذاب ہے۔)(۱۰۱)

سورتوں کے درمیان ربط

سورۂ احزاب اور سورۂ سبا کے درمیان ربط بیان کرتے ہوئے مولاناؒ فرماتے ہیں: "سورۂ احزاب میں مسلمانوں کی اجتماعیت کا ذکر ہے کہ وہ حزب اللہ (اللہ کی جماعت) ہے، اور سورہ سبا میں یہ بتایا گیا ہے کہ اس اجتماعیت کے حامل افراد اللہ کی حکومت قائم (اللہ کے دین کو جمیع ادیان پر غالب) کر سکتے ہیں۔"(۱۰۲)

قرآنی آیات سے دور حاضر کے مسائل کا حل

﴿فَالْيَوْمَ لَا يَمْلِكُ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ نَّفْعًا وَّلَا ضَرًّا ۭ وَنَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ﴾(۱۰۳)

(ترجمہ: پس آج تم میں سے کوئی ایک دوسرے کو نہ فائدہ پہنچا سکتا ہے، اور نہ نقصان اور ہم ظالموں سے کہیں گے کہ آگ کا عذاب چکھو جس کو تم جھٹلاتے تھے)(۱۰۴)

مولانا قاسمی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے تحت "ظلم" کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے: "ظلم صرف شرک تک محدود نہیں ہے، بلکہ سرمایہ داری اور رفاہیت بالغہ(۱۰۵) بھی ظلم میں شامل ہے، کیوں کہ زیادہ ظلم

۱۰۰- القرآن، ۳۱: ۶۔

۱۰۱- محمود حسن، **ترجمۂ قرآن**، ۱۲۳۱۔

۱۰۲- دیکھیے: قاسمی، **روائع البیان** (مخطوط)، ۱: ۳۵۔

۱۰۳- القرآن، ۳۴: ۴۲۔

۱۰۴- محمود حسن، **ترجمۂ قرآن**، ۱۳۰۶۔

۱۰۵- رفاہیت بالغہ کی تشریح، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خاص اصطلاح ہے۔ جسے وہ شرک کی مانند سمجھتے ہیں۔ کوئی انسان مزدوری یا اور کوئی کام کرتا ہے، اسے سخت محنت سے تکلیف پہنچتی ہے اور وہ اسے دور کرنے کے لیے آرام کرتا ہے، یہ

کے ذریعے ہی مال جمع ہوتا ہے۔ ہم جو اکثر یورپ کا ذکر کرتے ہیں، اس سے ہمارا مقصد یورپ کی حرفت (Technology) میں ترقی ہے، البتہ یورپ کی سرمایہ داری کو ہم لعنت سمجھتے ہیں۔افسوس کہ جس طرح دینی معاملات میں شرک نے آگ لگادی ہے، رفاہیت بالغہ نے بھی اسی طرح مسلم معاشرے کو تباہ کر دیا ہے۔[۱۰۶]

اسرائیلی روایات اوران کا ردّ

مولانا قاسمی رحمۃ اللہ علیہ درس قرآن دیتے وقت صرف ان اسرائیلی روایات کا ذکر اور ردّ بیان کرتے جو انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کے متعلق اور ان کے شایانِ شان نہیں ہوتیں۔ جس کی ایک مثال سورۂ سبا میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے متعلق آیت ﴿فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلَىٰ مَوْتِهِ إِلَّا دَابَّةُ الْأَرْضِ تَأْكُلُ مِنسَأَتَهُ ۖ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ أَن لَّوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوا فِي الْعَذَابِ الْمُهِينِ﴾[۱۰۷] کے تحت ذکر کی جاچکی ہے۔

خلاصۂ بحث

خلاصے میں مولانا قاسمی کی تفسیری خدمات کی جہات واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے:

۱۔ مولانا قاسمی رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن مجید کی تفسیر (تفسیر سورۂ سبا اور تفسیری دروس (مخطوطہ) کو شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا سندھی رحمۃ اللہ علیہ کے اسلوب کو مد نظر رکھتے ہوئے مرتب کیا ہے۔

۲۔ آپؒ قرآن مجید کی تفسیر کرتے وقت آیات وواقعات سے دور حاضر کے مسائل کا حل پیش کرتے ہیں۔

آرام درست ہے۔ دوسرا آرام تکلیف کے بغیر ہے جسے رفاہیت بالغہ (انتہائی درجہ کی آرام طلبی یا عیش وعشرت) کہا جاتا ہے۔ انسانیت عامہ میں ایسا فرد ایک ایسا مریض ہے، جو خدا کو مانتا ہے اور نہ ہی خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو۔ وہ صرف عیش و آرام کا طالب ہے، اگرچہ وہ بظاہر اللہ کا نام لیتا ہو۔ ایسی آرام طلبی کی وجہ سے اکثر لوگ کئی حرام کاموں کے مجرم بن جاتے ہیں۔ جیسے سود اور رشوت۔ ایسے افراد انسانیت کے لیے چوروں اور ڈاکوؤں سے بھی زیادہ بدنما داغ ہوتے ہیں۔ رفاہیت کی طلب مفت خوری سے پیدا ہوتی ہے۔ آرام طلب انسان ہی سب سے پہلے انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کے مخالف ہوتے ہیں، کیوں کہ نظام نو کے اندر انھیں دولت بٹورنے اور محنت کا استحصال کرنے کی مطلق العنانیت نہیں ملتی۔ (شاہ ولی اللہ، **حجۃاللہ البالغہ**:باب ابتغاء الرزق: ۲: ۱۶۴۔)

۱۰۶ – قاسمی، **روائع البیان**(سندھی)،(مخطوط)،۱: ۷۸ ؛ قاسمی، **تفسیر سورۃ سبا**،۹۸۔

۱۰۷– القرآن،۳۴: ۱۴۔

۳- آپؒ نے تفسیری دروس (مخطوط) میں حروف مقطعات کی تفسیر شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے اسلوب کے مطابق علم ابجد کی روشنی میں بیان کی ہے۔

۴- آپؒ نے قرآنی آیات وسور کے باہمی ربط ومناسبت پر بہت اہتمام کے ساتھ بحث کی ہے۔ نیز آیات کی تفسیر میں منقول اسرائیلی روایات میں سے قابل اعتراض روایات پر شدید نقد کرتے ہوئے واضح کیا ہے کہ ان روایات سے استدلال درست نہیں ہے۔

۵- آپؒ نے تفسیر **الهام الرحمن** کی جلد اول کے بہت مفید حواشی مرتب کیے کیوں کہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے فلسفے کی روشنی میں مرتب کردہ تفسیر کو سمجھنے کے لیے شاہ صاحبؒ کے فلسفے کی گہری معرفت ہونا لازمی ہے، نیز آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر کا سندھی ترجمہ کرتے ہوئے اپنے شیخ مولانا سندھی رحمۃ اللہ علیہ کے منہج کی اتباع کی ہے۔

۶- آپؒ نے مخدوم سرور نوح رحمۃ اللہ علیہ کے فارسی ترجمہ قرآن پر فارسی زبان میں ہی ایک جامع مقدمہ تحریر فرمایا جس میں آپ نے علوم القرآن کے کچھ اہم اور ضروری مباحث جیسے نسخ اور متشابہات پر بات کی ہے اور ان موضوعات کے متعلق اپنا رجحان واضح کیا ہے۔ نیز ترجمہ کی اہمیت واضح کرنے کے لیے اس کی خصوصیات کو بھی بیان کیا ہے۔

۷- آپ رحمۃ اللہ علیہ نے شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے اسلوب کی اتباع کرتے ہوئے، شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فارسی ترجمے **فتح الرحمن** کو آسان اور عام فہم انداز میں سندھی زبان میں منتقل کیا ہے۔